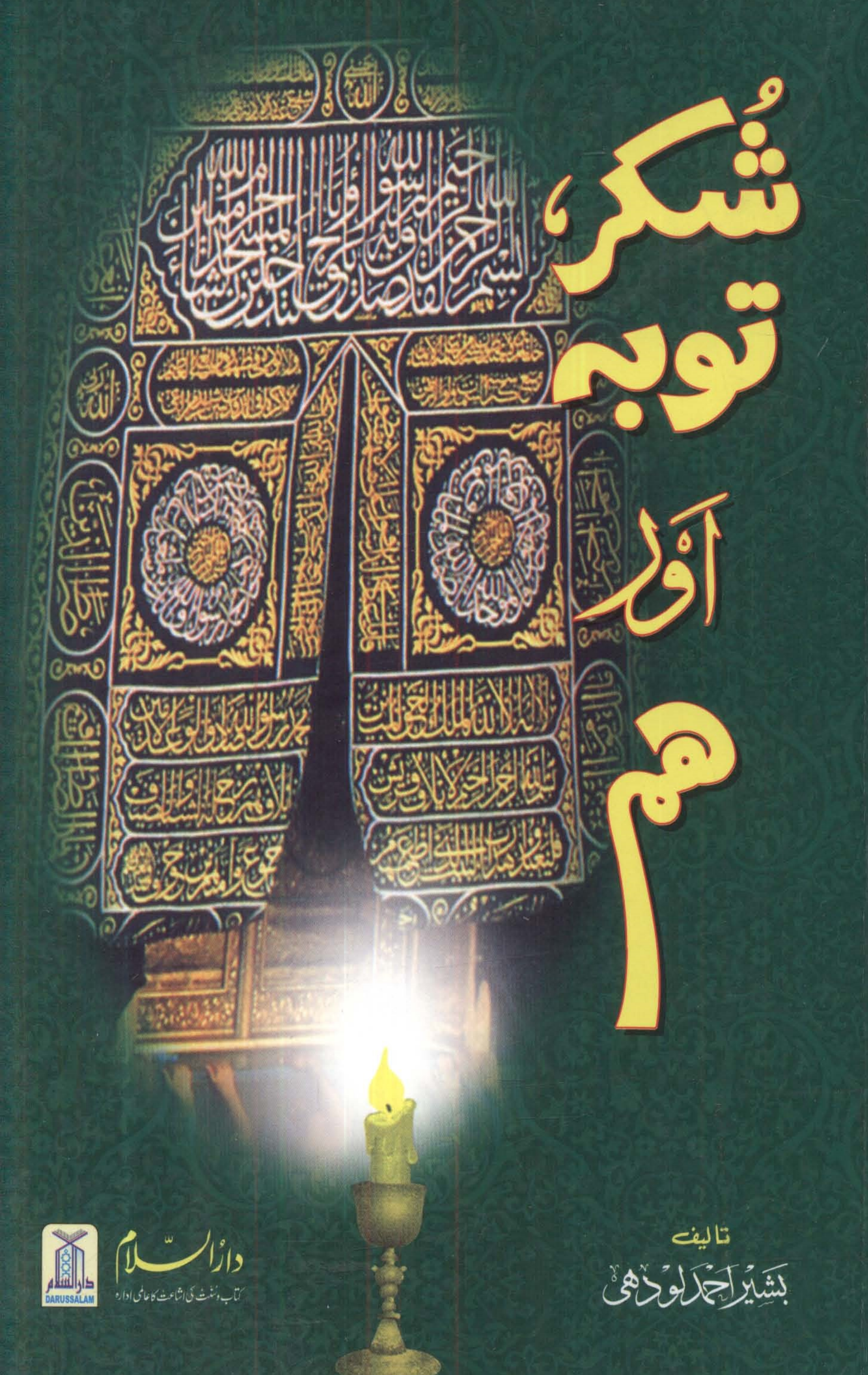

شُکر، توبہ اور ہم
تالیف
بشیر احمد لودھی
دار السلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM


شُکر، توبہ
اور ہم



© مكتبة دارالسلام، ١٤٢٥ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثنار النشر
لودهي، بشير احمد
اهمية الشكر والتوبة. / بشير احمد لودهي - الرياض، ١٤٢٤ هـ
ص: ١٣٦ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٣-٩٢-٨٩٧-٩٩٦٠
(النص باللغة الاردية)
١- التوبة (الاسلام) ٢- الشكر أ. العنوان
ديوي ٢٤٠ ٦٩٦٧/ ١٤٢٤

رقم الإيداع: ٦٩٦٧/ ١٤٢٤
ردمك: ٣-٩٢-٨٩٧-٩٩٦٠

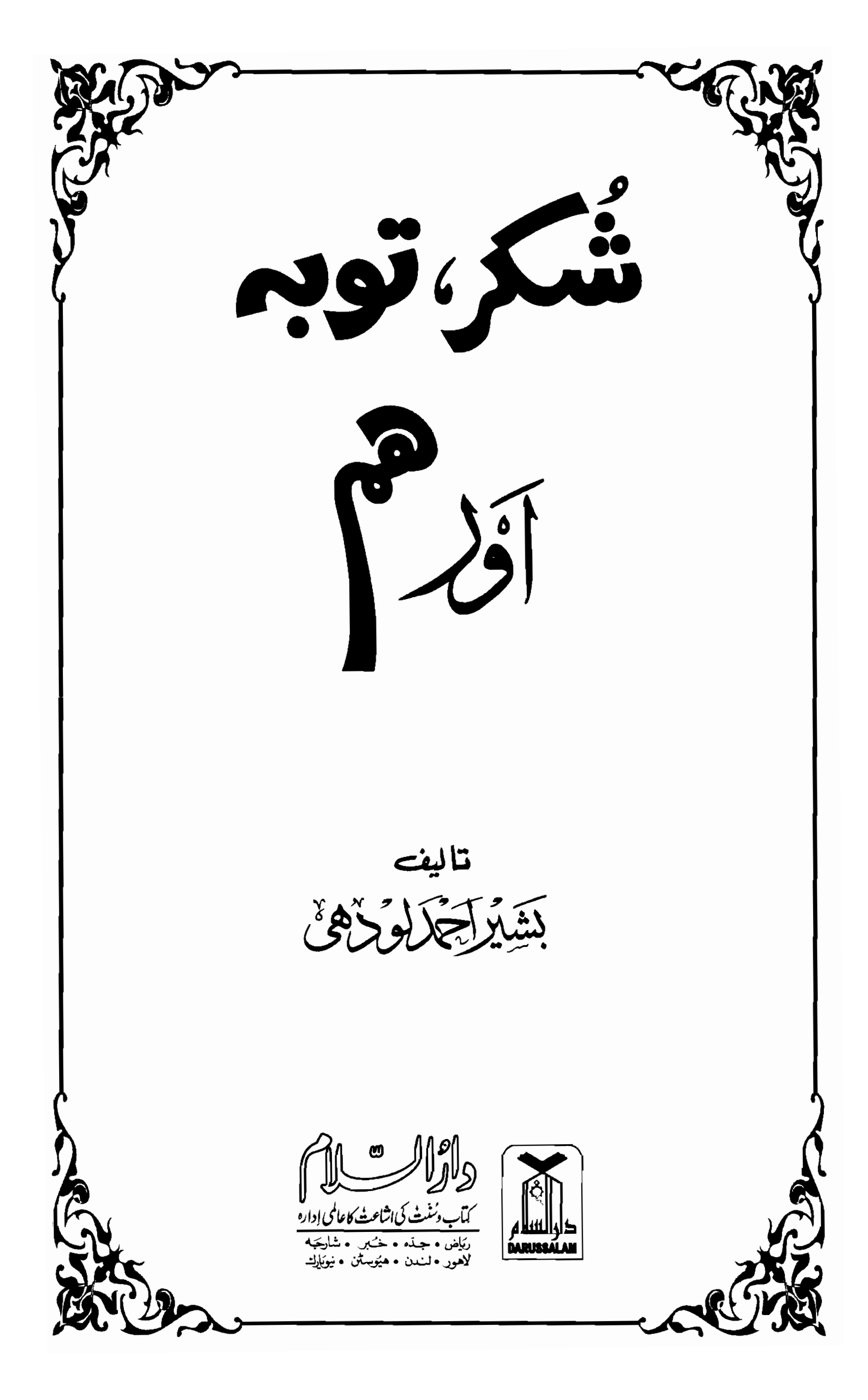
منتظم اعلیٰ : عبدالمالک مجاہد

28/10/13
لودھی

سعودی عرب (ہیڈ آفس)
پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659
E-mail: riyadh@dar-us-salam.com Website: www.dar-us-salam.com
❶ طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ❸ جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270
❷ شارع العین۔ الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 4735221 ❹ الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551
❺ مدینہ منورہ فون و فیکس: 815121 4 00966

شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624 لندن فون: 4885 539 208 0044 فیکس: 4889 539 208
امریکہ ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001 فیکس: 7220431 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001 فیکس: 6251511

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)
❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
E-mail: lahore@dar-us-salam.com
❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ اُردو بازار گوجرانوالا فون: 741613 فیکس: 741614
❹ مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن۔ لاہور فون: 7846714



شکر، توبہ اور ہم

تالیف
بشیر احمد لودھی

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • خبر • شارجہ
لاہور • لندن • ہیوسٹن • نیویارک
DARUSSALAM


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست



عرض ناشر

توبہ' توفیقاتِ الٰہی میں سے ایک حسین تحفہ اور مغفرت' انعاماتِ الٰہی کا بہترین ثمر ہے۔ انسان اپنے نفس اَمّارہ کے ہاتھوں اور ماحول کی پراگندگی میں ملوث ہو کر بداعمالیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات اسلامی تعلیمات سے بے خبری اور مشرکانہ رسوم و رواجات سے وہ اپنے اعمال کو روشن کرنے کی بجائے سیاہ کرتا رہتا ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کا تو بالخصوص یہ المیہ ہے کہ انہوں نے ہندوانہ اور متصوفانہ اثرات کے تحت دین اسلام کے مقابلے میں ایک مشرکانہ ثقافت کو اپنا رکھا ہے۔ یہ طرز عمل نہ صرف اعمال کو ضائع کرنے کا باعث ہے بلکہ آخرت کی ناگزیر جواب دہی اور حساب طلبی میں رسوائی اور سزا کا بھی موجب بنے گا۔ العیاذ باللّٰہ۔

پیش نظر کتاب ''شکر' توبہ اور ہم'' محترم بشیراحمد لودھی کی تازہ تصنیف ہے۔ اس سے قبل وہ ''توحید اور ہم'' کے موضوع پر ایک مفید اور نافع کتاب شائع کر چکے ہیں۔ موجودہ کتاب میں انہوں نے دوسری جنگ عظیم (45-1939ء) کے بعد احوال عالم میں پیدا ہونے والے مشرکانہ رسوم و رواجات اور ہندوانہ شعائر کی نفی اور ابطال کیا ہے۔

اس تصنیف کے موضوعات میں مرکزی مضامین دو ہیں' جن میں ایک ''شکر'' اور دوسرا ''توبہ'' ہے' جب کہ دوسرے موضوعات بھی ان کی تضمین کا درجہ رکھتے ہیں۔ نعمتِ شکر اور توفیقِ توبہ کا ایک لطیف معنوی ربط ہے' جسے قارئین بخوبی محسوس کریں گے۔ یہی وہ توفیقاتِ عالیہ ہیں' جو ایک بندۂ مسلم کو حقیقی معنوں میں بندۂ مومن بناتی ہیں۔

انہوں نے اپنی اس مختصر کتاب میں فساد کا تجزیہ بھی کیا ہے اور پھر امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے اس کا علاج بھی تجویز کیا ہے۔ مصنف اس ضمن میں ملت اسلامیہ کے موجودہ احوال کا جائزہ لیتے ہوئے اس تکلیف دہ صورت کو پیش کرتا ہے جس میں فرقہ

پرستی کی آگ شیطانی ہواؤں سے ایک جوالامکھی کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔ اگر فرقہ پرستی کی یہ زہریلی ہوائیں اسی شدت سے چلتی رہیں تو امت کا چراغ عارضی طور پر گل ہونے کا اندیشہ ہے۔

مصنف نے بحروبر کے اس موجودہ فسادانگیز ماحول میں شکر گزار اور ناشکرے بندوں کے کردار کو بھی واضح کیا ہے۔ ناشکری کی ایک کیفیت یہ بھی ہے کہ ہم نماز جیسے عمل سے غافل اور آخرت کے جواب دہی کے احساس سے عاری ہو رہے ہیں۔

یہ کتاب انفرادی اور اجتماعی توبہ کے ایک ایسے راستے کو واضح کرتی ہے جو کتاب و سُنّت کا واضح تقاضا اور امت مسلمہ کے موجودہ فساد کو امن میں بدلنے کا واحد راستہ ہے۔

امید ہے کہ یہ کوشش عامۃ المسلمین کے لیے مفید ہوگی۔ ان شاء اللّٰہ۔

اس کتاب کی حسن ترتیب' تخریج اور تصحیح میں عزیزم حافظ آصف اقبال کی ذہنی کاوشوں اور بصیرت کا بہت دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

دارالسلام کے کارکنان نے بھی اس کے معنوی اور صوری محاسن کو اجاگر کرنے میں حتی المقدور کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش وکاوش کو مقبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

خادم کتاب و سُنّت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام' لاہور - الریاض



کچھ اپنے بارے میں

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

یہ بات باعث دلچسپ اور مفید بھی ہوگی کہ میں کوئی عالم و فاضل' ادیب و شاعر نہیں اور نہ ہی فلسفی و محقق ہوں۔ یہ تحریر ایک جذبے کے تحت قارئین کی نظر کر رہا ہوں کہ اصلاحِ معاشرہ کی کوشش کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں تاکہ بوقتِ مواخذہ یہ معذرت پیش کر سکوں کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کی حد تک اصلاح معاشرہ کی کوشش کی تھی۔ اس کے علاوہ دولت کی بھوک ہے نہ شہرت کی۔ الحمدللہ مطمئن ہوں۔

انوکھا اتفاق تھا کہ مسلمان گھر اور مسلمان معاشرے میں آنکھ کھولی تو حصولِ تعلیم کے لیے ایک بہت بڑے مندر کے پرائمری سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ اس مندر کا نام "سوچیت گڑھ" ہے' جو اب بھی موجود ہے۔ سوچیت گڑھ چوکی پر جائیں تو قریب ہی نظر آتا ہے۔ مہاراجہ جموں و کشمیر کی براہ راست سرپرستی اس مندر کو حاصل تھی۔ بہت امیر مندر تھا۔ میرے گاؤں کے قریب ترین یہی سکول تھا اس وقت سکول دور دور ہوا کرتے تھے۔ میرے والد صاحب گورنمنٹ ہائی سکول رہبر سنگھ پورہ میں عربی اور اردو کے استاد تھے۔ مشہور زمانہ عالم دین تھے۔ مگر اپنی انتہائی کوشش کے باوجود مجھے قرآن کریم کی ایک آیت بھی نہ پڑھا سکے۔ یہ ہے میرا مبلغ علم۔

1939ء میں اقوامِ عالم دو گروہوں میں بٹ گئیں اور دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا۔ ایشیا پر جاپانی فوجوں نے یلغار کی اور جرمنی' یورپ پر قبضہ کرنے کے لیے اٹلی اور ترکی کو ساتھ لے کر چڑھ نکلا' دنیا کے باقی ممالک مل کر اتحادی گروپ بن گئے۔ یہ نہایت تباہ کن اور خوفناک جنگ تھی' مجھے بھی جاپانی محاذ پر بھیجا گیا' ان لوگوں کا حال دیکھا جن پر جاپانی حملے کے اثرات براہ راست مرتب ہوئے تھے' اس جنگ میں پہلی بار جاپان کے دو شہروں ناگا ساکی اور ہیروشیما پر دو ایٹم بم موٹا لڑکا اور چھوٹا لڑکا گرائے گئے' اس کے ساتھ ہی جاپانی

فوجوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ کچھ دیر بعد جرمنی نے بھی ہتھیار ڈال دیئے' یہ 1945ء تھا۔ اس دوران میں میری ملاقات عجیب و غریب لوگوں سے ہوئی۔ میری خوش بختی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام سے دور نہیں ہٹنے دیا۔

شراب راشن میں آتی تھی' سگریٹ مفت ملتے تھے' ایک ہی خیمے میں ہندو' سکھ اور مسلمان رہتے تھے۔ وہ شراب پیتے رہے' سگریٹ نوشی کرتے رہے اور میں نماز پڑھتا رہا' وہ میری بہت قدر کرتے تھے' قنوطی اور آخرت سے ناامید (Pessimist) کہتے رہے کہ انسان مر کر ختم ہو جاتا ہے' ہندو کہتے رہے کہ عقیدۂ تناسخ (یا اواگون) درست ہے' مگر الحمدللہ! میرے اللہ نے مجھے اسلامی عقائد سے دور نہیں ہٹنے دیا۔

ایک ریفریشر کورس کے لیے لاہور سنٹر میں واپس آیا۔ ایک دوست نے مجھے انگلش میں ترجمہ شدہ ایک قرآن دیا۔ "The Glorious Quran" عربی متن کے بغیر مکمل قرآن کا ترجمہ تھا۔ میں نے اسے بڑے انہماک سے پڑھا' اللہ نے میرے قلب و ذہن میں ایک نئی چمک پیدا کر دی' بہت لطف آیا۔ آزادی کی تحریکیں چلیں' دو قومی نظریہ کے تحت ہندوستان تقسیم ہوا' اس وقت مذہبی وابستگی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی' میں نے عربی میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ میں لاہور چھاؤنی میں تھا' کہ مہاجرین آئے۔ پوری کی پوری ریل گاڑی مقتولوں سے بھری ہوئی پہنچی' وہ صرف مسلمان سمجھ کر کاٹے گئے' کسی نے کسی سے نہ پوچھا کہ وہ کس فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ ان ظالموں کی نظر میں کوئی فرقہ تھا نہ ذاتیں' یہاں تک کہ مرزائیوں نے احمدیت کا لبادہ اوڑھ کر ہندوؤں سے الگ خطے کی امید لگائی' مگر ان کو بھی مسلمانوں سے الگ تسلیم نہ کیا گیا۔

پاکستان میں مہاجرین کو صرف مسلمان کی حیثیت سے سر آنکھوں پر بٹھایا گیا' 1948ء میں محمد علی جناح لاہور تشریف لائے' یونیورسٹی گراؤنڈ میں جلسہ منعقد ہوا' میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسٹیج کے قریب تھا۔ محمد علی جناح نے تقریر کرتے ہوئے گرج دار آواز میں ایڑیاں اٹھا کر فرمایا: "مسلمان مصیبت سے گھبرایا نہیں کرتا۔"

ان کی نظر میں بھی یہ پاکستان مسلمانوں کے لیے تھا' کوئی فرقہ ان کے ذہن میں بھی نہ تھا۔ اب

فرقوں کو اتنا ابھارا گیا ہے کہ ایک دوسرے کی تکفیر ہو رہی ہے گویا پاکستان میں سب کافر ہی ہیں۔ مسجدوں میں نمازیں ادا کرنے والے آپس میں کفر کے فتوے لگا رہے ہیں' تشدد اتنا کہ نمازیوں پر قاتلانہ حملے ہو رہے ہیں' کوئی نہیں سوچتا کہ دنیا کی مسلمان آبادی میں سے تقریباً نصف کا تعلق مسجد' قرآن اور نماز سے ہے ہی نہیں۔ ان کی فکر کریں تاکہ وہ جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں' وہ اسلام سے کچھ وابستگی قائم کر لیں۔ مگر ہائے افسوس! ان کی فکر کسی کو نہیں' یہ ان سے دست و گریباں ہیں جو اپنا تعلق اسلام سے کسی حد تک جوڑے ہوئے ہیں۔ ان کی اصلاح' محبت و درگزر کے ساتھ کریں۔

کبھی کبھی بے علم آدمی کی زبان سے بھی اچھی بات نکل جاتی ہے' میں سوچتا ہوں کہ اسلام کا کون سا کام ہے جو ہم غلامی میں تو نہ کر سکتے تھے اور اب کر رہے ہیں؟ اگر کوئی نہیں تو یہ سب قربانیاں کس لیے؟ آخرت میں دینے کیلئے کیا جواب ہے؟ بہو بیٹیاں گنوائیں کیوں؟ ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم؟ کبھی کبھی بے علم آدمی بھی کام کی بات کر جایا کرتے ہیں۔

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!
اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش
کس کو معلوم ہے ہنگامہ فردا کا مقام
مسجد و مکتب و مے خانہ ہیں مدت سے خموش
صاحب ساز کو لازم ہے کہ غافل نہ رہے
گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش (اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

بشیر احمد لودھی
فتح گڑھ - سیالکوٹ
17 اپریل 2002ء

بحر و بر میں فساد کیوں؟

اللہ کی اس زمین پر اکیسویں صدی میں بے سکونی' ظلم و جبر اور اللہ سے بے خوفی کی جو انتہاء دیکھی جا رہی ہے وہ پہلے کبھی اس بوڑھے آسمان نے نہ دیکھی ہو گی۔ جدھر آنکھ اٹھائیں ادھر ہی اس ظلم و جبر کی چکی میں پسنے والے مسلمان ہی ہیں۔ کشمیر ہو یا فلسطین' برما ہو یا بھارت' چیچنیا ہو یا کوسووو ہر جگہ مسلمان ہی سسکتا نظر آ رہا ہے۔ یہ کہنا بھی تعجب انگیز ہے کہ اللہ کو یہی منظور ہے۔ کیونکہ اللہ تو بندوں پر مہربان ہے۔ وہ ظلم' بے انصافی اور جبرواستبداد کو پسند ہی نہیں کرتا۔

آیئے! سب مل کر غور کریں کہ ان مصائب و آلام کی وجوہات کیا ہیں اور اس صورت حال کا کوئی علاج بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِى عَمِلُوا۟ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ ﴾ (الروم ۳۰/ ۴۱)

"لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا ہے تاکہ ان کو ان کے کام کا کچھ مزا چکھایا جائے' شاید وہ پلٹ آئیں۔"

"لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے مراد" فسق و فجور' ظلم و زیادتی اور شرک و دہریت ہے جس سے انسان آخرت کے عقیدے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ مصائب میں ڈالنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو سوچنے سمجھنے پر مجبور کیا جائے تاکہ اس کا یقین و ایمان اپنی قوتوں اور اختیارات سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ پر مرکوز ہو اور اسی یقین و ایمان کا نام عقیدہ ہے جو انسان کو بے سکونی و فساد سے بچاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾ ﴾ (الشوریٰ ۴۲/ ۳۰)

”جو بھی مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے اور تمہاری بہت سی لغزشوں سے اللہ درگزر فرماتا ہے۔“

مصائب و آلام کو اللہ کی رضا کہہ کر مطمئن ہو جانا کافی نہیں کیونکہ اللہ تو فرماتا ہے کہ تم کو عذاب دینے کی اللہ کو کیا ضرورت ہے۔ ارشاد پڑھیے اور غور فرمایئے!

﴿ مَّا يَفْعَلُ ٱللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَءَامَنتُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿١٤٧﴾ ﴾ (النساء٤/ ١٤٧)

”آخر اللہ کو کیا پڑی ہے کہ تمہیں خواہ مخواہ عذاب دیتا رہے اگر تم شکرگزاری اور ایمان کی روش اختیار کیے رہو اور یقیناً اللہ بڑا قدردان اور تمام حالات سے باخبر ہے۔“

اللہ تو وعدہ کرتا ہے کہ شکرگزاری اور ایمان و یقین کی صورت میں نعمتیں زیادہ دوں گا اور عذاب' ناشکری اور نمک حرامی کی صورت میں دیا جائے گا۔ اس ارشاد پر غور فرمائیں!

﴿ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِى لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾ ﴾ (إبراهيم١٤/ ٧)

”اور جب تمہارے رب نے خبردار کر دیا کہ اگر شکرگزاری کرو گے تو میں اور زیادہ نوازوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔“

یہ وعدہ اللہ کر رہا ہے جو اپنے بندوں سے غلط نہیں کہتا۔ آیت میں دو کردار پیش کئے گئے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ شکرگزار بندے اور ناشکرے بندے۔ ان کا نتیجہ مختلف ہے جو اللہ نے بتا دیا اور فیصلہ انسانی ذہن پر چھوڑ دیا۔

فرمایا: شکر کا رویہ اختیار کرو گے تو نعمتوں میں اضافہ ہو گا۔ اس کے برعکس نمک حرامی اور احسان فراموشی کا رویہ اختیار کرو گے تو میرے عذاب کی شدت بہت زیادہ ہے۔ آیات صاف آگاہ کر رہی ہیں کہ ہمارے مصائب و آلام' خشک سالی' قحط' جنگ' وبائیں' کافر و ظالم قوموں کا تسلط اور یہ قتل عام' سب کچھ ہماری ناشکری و احسان فراموشی کے نتیجہ میں ہے۔

❀ ❀ ❀

شکر گزاری کیا ہے؟

شکر گزاری یہ ہے کہ انسان اپنے محسن کا دل سے معترف ہو۔ زبان سے احسانات کا اعتراف کرے۔ عمل سے احسان مندی کا ثبوت دے۔

ان تینوں رویوں کے مجموعہ کا نام شکر ہے' اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آدمی احسان کو صرف اسی کی طرف منسوب کرے جس نے اصل میں احسان کیا ہے' کسی دوسرے کو احسان کے شکریہ اور نعمت کے اعتراف میں حصہ دار نہ بنائے' اس کا دل اپنے محسن کے لیے محبت اور وفاداری کے جذبہ سے لبریز ہو' کسی غیر سے محبت و اخلاص و وفاداری کا ذرا سا تعلق نہ رکھے' اپنے محسن کا مطیع و فرمانبردار رہے' اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے منشا کے خلاف استعمال نہ کرے' آئندہ بھی اسی سے امیدیں وابستہ رکھے۔ مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو یوں بیان کیا ہے ؎

ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق — زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق — اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لَو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ
اسی پر ہمیشہ بھروسا کرو تم — اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم
مبرّا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں ہے اس کے آگے کسی کو بڑائی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شکر گزاری: حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں کافر' بت پرست اور ناشکر گزار معاشرے میں پیدا ہوئے' والدین کفر و شرک کے سرپرست تھے' حضرت

ابراہیم علیہ السلام کو کئی اذیتوں سے گزرنا پڑا۔ آخر والدین اور وطن کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے' دیس بدیس گھومتے رہے۔ عمر عزیز اسّی برس کو پہنچ گئی' تنہائی محسوس کرنے لگے۔ اللہ سے نیک سیرت اولاد مانگی' اللہ نے دو بیٹے دو بیویوں سے عطا کیے' بڑے بیٹے کا نام اسماعیل علیہ السلام اور چھوٹے بیٹے کا نام اسحاق علیہ السلام رکھا گیا' اس نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا:

﴿ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى وَهَبَ لِى عَلَى ٱلْكِبَرِ إِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ ۚ إِنَّ رَبِّى لَسَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ ﴿٣٩﴾ ﴾ (إبراهيم ١٤/ ٣٩)

"شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (علیہما السلام) دیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا رب دعاؤں کو سننے والا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى ٱللَّهِ مِن شَىْءٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِى ٱلسَّمَآءِ ﴿٣٨﴾ ﴾

(إبراهيم ١٤/ ٣٨)

"اور واقعی اللہ سے کچھ چھپا ہوا نہیں' نہ زمین میں اور نہ آسمانوں میں۔"

حضرت داود علیہ السلام (شکر گزار بادشاہ): اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محنت کش طالوت نامی شخص کو بادشاہ بنا کر ایک سرکش کافر حاکم جالوت کے مقابلے میں لشکر کشی کرنے کا حکم ہوا۔ حضرت داود علیہ السلام ایک معمولی کسان کے بیٹے تھے' حضرت داود علیہ السلام طالوت کے لشکر میں شامل ہو کر میدان جنگ میں عین اس وقت پہنچے جب فلسطینیوں کی فوج کا گرانڈیل پہلوان جالوت (جولیت) مقابلے کے لیے للکار رہا تھا۔ بنی اسرائیل میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ مقابلے کے لیے نکلے اس وقت حضرت داود علیہ السلام کم سن نوجوان تھے لیکن مقابلے کے لیے نکلے' اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ وَقَتَلَ دَاوُۥدُ جَالُوتَ وَءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ وَٱلْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُۥ مِمَّا يَشَآءُ ﴾ (البقرة٢/ ٢٥١)

"داود نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا کی اور جو کچھ چاہا' اس کا علم اس کو دیا۔"

طالوت کی حکومت فلسطین پر 1020 (ق-م) سے 1004 (ق-م) تک قائم رہی۔ طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت داود علیہ السلام سے کر دی' طالوت کی وفات کے بعد متفقہ قرارداد کے ذریعے حضرت داود علیہ السلام فلسطین کے فرمانروا بنے۔ ان کی حکومت 1004 (ق-م) سے 966 (ق-م) تک قائم رہی۔ حضرت داود علیہ السلام کی شکر گزاری اور ان پر اللہ کی طرف سے نوازشات کا ذکر اللہ نے یوں کیا ہے:

﴿ وَٱذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُۥدَ ذَا ٱلْأَيْدِ ۖ إِنَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا ٱلْجِبَالَ مَعَهُۥ يُسَبِّحْنَ بِٱلْعَشِىِّ وَٱلْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَٱلطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُۥٓ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُۥ وَءَاتَيْنَٰهُ ٱلْحِكْمَةَ وَفَصْلَ ٱلْخِطَابِ ﴿٢٠﴾ ﴾ (ص ٣٨/ ١٧-٢٠)

"ذکر کرو ہمارے بندے داود کا جو بڑی قوتوں کا مالک تھا' ہر معاملے میں اللہ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ ہم نے پہاڑوں کو اس کے ساتھ مسخر کر دیا تھا صبح و شام اس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ پرندے بھی سمٹ آتے تھے اور سب کے سب اس کی تسبیح کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی تھی اور اس کو حکمت عطا کی اور فیصلہ کن بات کہنے کی صلاحیت بخشی۔"

﴿ذَاالْاَيْدِ﴾ سے مراد ہے "ہاتھوں والا" گویا جسمانی' فوجی' سیاسی' اخلاقی' روحانی اور دیگر ہر قسم کی غیر معمولی قوتیں ان کو عطا کی گئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((كَانَ أَعْبَدَ الْبَشَرِ)) "وہ سب سے زیادہ عبادت گزار آدمی تھے۔" (مجمع الزوائد: 206/8' حدیث: 13795)

ان کے اندازِ گفتگو کا ذکر یوں کیا: ﴿ فَصْلَ الْخِطَابِ ﴾ یعنی فیصلہ کن بات کہنے کی قابلیت تھی' کلام الجھا ہوا نہ تھا' تمام بنیادی نکات اختصار کے ساتھ واضح کر دیتے تھے۔ اللہ نے ان کو حکم دیا:

﴿ يَٰدَاوُۥدُ إِنَّا جَعَلْنَٰكَ خَلِيفَةً فِى ٱلْأَرْضِ فَٱحْكُم بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا نَسُوا۟ يَوْمَ ٱلْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ ﴾ (ص ٣٨/ ٢٦)

"اے داود! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے' پس تو لوگوں کے درمیان حق کے

ساتھ فیصلہ کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر' وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی' جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں' یقیناً ان کے لیے سخت عذاب ہے' کیونکہ وہ یوم حساب کو فراموش کر بیٹھے۔''

خلیفہ بنایا جانا یقیناً بہت بڑا اعزاز ہے جو حضرت داود علیہ السلام کو ملا' ان کو ملی ہوئی مزید طاقتوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَٰجِبَالُ أَوِّبِى مَعَهُۥ وَٱلطَّيْرَ ۖ وَأَلَنَّا لَهُ ٱلْحَدِيدَ ﴿١٠﴾ أَنِ ٱعْمَلْ سَٰبِغَٰتٍ وَقَدِّرْ فِى ٱلسَّرْدِ ۖ وَٱعْمَلُوا۟ صَٰلِحًا ۖ إِنِّى بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١﴾ ﴾ (سبا ٣٤/ ١٠-١١)

''ہم نے داود کو اپنے ہاں سے بڑا فضل عطا کیا تھا' اے پہاڑو! اس کے ساتھ ہم آواز ہو جاؤ' پرندوں کو بھی یہی حکم دیا اور ہم نے لوہے کو اس کے لیے نرم کر دیا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ زرہیں بنا اور ان کے حلقے ٹھیک اندازے پر رکھ اور نیک عمل کر' جو کچھ بھی تم کرتے ہو اس کو میں دیکھ رہا ہوں۔''

غور فرمائیں کہ شکر گزاری سے اللہ مزید نعمتیں عطا کرتا ہے۔ آپ بھی شکر گزاری کا رویہ اختیار کریں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام (دوسرے شکر گزار بادشاہ): حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے باپ حضرت داود علیہ السلام کے بعد 965 (ق-م) میں فلسطین کے بادشاہ بنے' ان کی حکومت 926 (ق-م) تک بلا شرکت غیر قائم رہی' اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی عنایات کا ذکر یوں فرمایا:

﴿ فَسَخَّرْنَا لَهُ ٱلرِّيحَ تَجْرِى بِأَمْرِهِۦ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَٱلشَّيَٰطِينَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَءَاخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِى ٱلْأَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هَٰذَا عَطَآؤُنَا فَٱمْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَإِنَّ لَهُۥ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَـَٔابٍ ﴿٤٠﴾ ﴾ (ص ٣٨/ ٣٦-٤٠)

''ہم نے اس کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا' وہ اس کے حکم پر نرمی سے چلتی تھی جدھر وہ چاہتا تھا۔ اور شیاطین کو مسخر کر دیا تھا' ہر طرح کے معمار اور غوطہ خور۔ اور دوسرے جو پابند سلاسل تھے۔ (ہم نے ان سے کہا:) یہ ہماری بخشش ہے' تجھے

اختیار ہے جسے چاہے دے اور جس سے چاہے روک لے کوئی حساب نہیں۔ یقیناً اس کے لیے ہمارے ہاں قربت کا مقام اور بہتر انجام ہے۔"

قارئین کرام! یہ ہے اللہ کا وعدہ کہ "شکر کرو گے تو اور زیادہ دوں گا۔" حضرت سلیمان علیہ السلام کو شکر گزاری پر وہ حکومت ملی کہ اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی' اپنی لغزشوں پر فوراً معافی مانگ لیتے تھے' ان کے بعد نالائق جانشین پیدا ہوئے' انہوں نے اپنے بیٹے کو جانشین مقرر کیا' مگر اس کی نااہلی کو دیکھ کر توبہ کی اور دعا کی' جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾﴾ (ص ۳۸/ ۳۵)

"اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لیے سزاوار نہ ہو' بے شک تو ہی حقیقی داتا ہے۔"

اسی دعا کا ذکر مولانا حالی رحمہ اللہ نے یوں کیا ہے:

وہ دولت کہ ہے مایۂ دین و دنیا　　　وہ دولت کہ ہے توشۂ راہِ عقبیٰ
سلیماں نے کی جس کی حق سے تمنا　　　بڑھا جس سے آفاق میں نامِ کسریٰ
کیا جس نے حاتم کو مشہورِ دوراں
کیا جس نے یوسف کو مسجودِ اخواں

جن کا ذکر مندرجہ بالا مسدس میں کیا گیا ہے وہ سب شکر گزار بندے تھے جو دولت ملنے پر شکر ادا کرتے تھے اور اپنی دولت کو نیکیوں پر خرچ کرتے تھے۔ مگر ناشکرے مسلمان کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

اِدھر مال و دولت نے یاں منھ دکھایا　　　اُدھر ساتھ ساتھ اس کے ادبار آیا
پڑا آ کے جس گھر پہ ثروت کا سایہ　　　عمل واں سے برکت نے اپنا اٹھایا
نہیں راس یاں چار پیسے کسی کو
مبارک نہیں جیسے پر چیونٹی کو

سمجھتے ہیں سب عیب جن عادتوں کو
بہائم سے نسبت ہے جن سیرتوں کو
چھپاتے ہیں اوباش جن خصلتوں کو
نہیں کرتے اجلاف جن حرکتوں کو
وہ یاں اہل دولت کو ہیں شیر مادر
نہ خوف خدا ہے نہ شرمِ پیمبر
طبیعت اگر لہو و بازی پہ آئی
تو دولت بہت سی اسی میں لٹائی
جو کی حضرتِ عشق نے رہنمائی
تو کر دی بھرے گھر کی دَم میں صفائی
پھر آخر لگے مانگنے اور کھانے
یونہی مٹ گئے یاں ہزاروں گھرانے
نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا
نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
ہوا و ہوس میں خودی سے گزرنا
تعیش میں جینا نمائش پہ مرنا
سدا خواب غفلت میں بے ہوش رہنا
دم نزع تک خود فراموش رہنا (حالی رحمۃ اللہ علیہ)

ان ساری بے حساب نعمتوں اور غیر معمولی قوتوں کے باوجود حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے عجز و انکسار کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بڑے اہتمام سے فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَـٰنَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ ٱلَّذِى فَضَّلَنَا عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾ ﴾ (النمل ۲۷/ ۱۵)

"ہم نے داود اور سلیمان کو علم عطا کیا' اور انہوں نے کہا کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں اپنے بہت سے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔"

حضرت داود علیہ السلام "بَيْتُ اللَّحم" کے رہنے والے قبیلہ یہودا کے معمولی نوجوان تھے' ایک معرکے میں جالوت جیسے گرانڈیل پہلوان کو قتل کر کے بنی اسرائیل کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ طالوت بادشاہ بنا' اس کی بیٹی سے شادی ہوئی۔ طالوت کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کے تمام قبائل نے مل کر انہیں اپنا بادشاہ چن لیا۔ ایک وسیع توحید پرست سلطنت وجود میں آئی۔ اللہ نے ان کو علم و حکمت' عدل و انصاف اور بندگیِ حق جیسی صفات سے

نوازا۔

دعا میں یہی بات فرمائی گئی ہے کہ یہ اللہ کی خاص نوازشات میں سے ہے کہ اللہ کے بندے اور بھی موجود تھے' مگر ان میں سے اللہ نے ان کو سب بندوں پر فضیلت بخشی۔ یہی شکر گزاری ہے کہ بندہ نعمتیں دینے والے ہی کا شکریہ ادا کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کی ایک نعمت کا ذکر حاضرین کے سامنے کرتے ہوئے اپنی بڑائی پر فخر نہیں کیا' بلکہ کہا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ ٱلطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَىْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ ٱلْفَضْلُ ٱلْمُبِينُ ﴿١٦﴾ ﴾ (النمل۲۷/ ۱۶)

"اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں عطا کی گئی ہیں' بے شک یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے۔"

اس عنایت خاص کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب حضرت سلیمان علیہ السلام عظیم لشکر کے ساتھ چیونٹیوں کی ایک وادی میں سے گزر رہے تھے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَتَوْا۟ عَلَىٰ وَادِ ٱلنَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّمْلُ ٱدْخُلُوا۟ مَسَٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَٰنُ وَجُنُودُهُۥ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٨﴾ ﴾ (النمل۲۷/ ۱۸)

"یہاں تک کہ جب وہ سب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ' ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور انہیں خبر ہی نہ ہو۔"

چیونٹی کی یہ بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام اکڑے نہ فخر کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کرتے ہوئے شکر ادا کیا اور مزید عنایات کے لیے درخواست کی' اللہ تعالیٰ نے بڑے فخر کے ساتھ اس کا ذکر یوں فرمایا ہے:

﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّن قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِىٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ ٱلَّتِىٓ أَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلَىٰ وَٰلِدَىَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَٰلِحًا تَرْضَىٰهُ وَأَدْخِلْنِى بِرَحْمَتِكَ فِى

عِبَادِكَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ﴿١٩﴾ (النمل ۲۷/ ۱۹)

"چیونٹی کی بات پر حضرت سلیمان ہنس پڑے اور کہا: اے میرے رب! مجھے توفیق بخش کہ میں تیرے ان احسانات کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں اور ایسے عمل صالح کروں کہ تجھے پسند ہوں اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما۔"

ایک وقت پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کی حاضری لی۔ ان میں سے ہُدہُد کو غیر حاضر پاکر اس کی غیر حاضری کا نوٹس لیا۔ غیر حاضری کی معقول وجہ نہ ہوئی تو اسے سزا دینے کا بلکہ ذبح کر دینے کا ارادہ فرمایا۔

مگر تھوڑی دیر کے بعد ہُدہُد نے آکر اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کرتے ہوئے خبر دی کہ اس نے قومِ سبا کا حال دیکھا ہے جن کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام تک نہیں پہنچی۔ ہُدہُد نے انکشاف کیا کہ اس قوم کی حکمران ایک عورت ہے۔ جس کا تخت بڑا عظیم ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ ملکہ کے ان کے پاس حاضر ہونے سے پہلے اس کا تخت لایا جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دربار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

﴿ قَالَ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلْمَلَؤُا۟ أَيُّكُمْ يَأْتِينِى بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِى مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ ٱلْجِنِّ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّى عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾ ﴾

(النمل ۲۷/ ۳۸۔۳۹)

"اے اہل دربار! تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے اس سے پہلے کہ وہ خود فرمانبرار ہو کر میرے پاس آ جائیں۔ جنوں میں ایک عفریت بولا کہ میں وہ تخت لے آتا ہوں' اس سے قبل کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں' میں زور آور بھی ہوں اور امین بھی ہوں۔"

﴿ قَالَ ٱلَّذِى عِندَهُۥ عِلْمٌ مِّنَ ٱلْكِتَـٰبِ أَنَا۠ ءَاتِيكَ بِهِۦ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَءَاهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُۥ قَالَ هَـٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّى لِيَبْلُوَنِىٓ ءَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ ۖ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّى غَنِىٌّ كَرِيمٌ ﴿٤٠﴾ ﴾ (النمل ۲۷/ ۴۰)

”جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ شخص بولا کہ میں آپ کو لا دیتا ہوں اس سے قبل کہ آپ کی آنکھ آپ کی طرف لوٹے (آنکھ جھپکنے میں)‘ پھر جب اس کو اپنے پاس پڑا دیکھا تو کہا: ”یہ میرے رب کے فضل سے ہے‘ یہ میرے آزمانے کے لیے ہے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری اور جو کوئی شکر گزاری کرے وہ اس کی اپنی جان کے لیے ہے اور جو کوئی ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور کریم ہے۔“

ابو دحداح رضی اللہ عنہ (ایک مومن شکر گزار): جب مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿مَن ذَا ٱلَّذِى يُقۡرِضُ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضَٰعِفَهُۥ لَهُۥ وَلَهُۥٓ أَجۡرٌ كَرِيمٌ ﴿١١﴾﴾

(الحدید٥٧/ ١١)

”کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے؟ تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس کرے اور اس کے لیے بہترین اجر ہو گا۔“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی جن کی کنیت ابو دحداح (رضی اللہ عنہ) مشہور تھی‘ نے پوچھا: ”یا رسول اللہ! اللہ قرض مانگتا ہے؟“ ارشاد ہوا ”ہاں! اللہ قرض مانگتا ہے۔“ حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ نے تین بار یہی سوال کیا۔ تین بار ایک ہی جواب پاکر عرض کیا: ”ہاتھ میری طرف بڑھایئے۔“ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا: ”میرا ایک باغ ہے۔ جس میں چھ سو کھجور کے درخت ہیں‘ میرا گھر بھی اسی باغ میں ہے‘ میرے بچے بھی وہیں رہتے ہیں۔ میں نے وہ باغ اللہ کو قرض دے دیا۔“ یہ کہہ کر حضرت ابو دحداح رضی اللہ عنہ خوش خوش گھر گئے‘ اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا: ”دحداح کی ماں! آ جاؤ یہ باغ میں نے اللہ کو قرض دے دیا ہے۔“ ان کی بیوی نے خوش ہو کر کہا: ”بڑے نفع کا سودا کیا ہے۔“

(شعب الایمان‘ باب فی الزکاۃ‘ فصل فی الاختیار فی صدقة التطوع‘ ٢٤٩/٣‘ حدیث: ٣٤٥٢)

اللہ قرض کئی گنا بڑھا کر لوٹاتا ہے: اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیا ہوا خرچ‘ جو اللہ اور اس کے نبی کی ہدایات کے مطابق ہو‘ اللہ پر قرض ہے۔ جو وہ کئی گنا بڑھا کر لوٹانے کا وعدہ کرتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿إِن تُقۡرِضُواْ ٱللَّهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُضَٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡۚ وَٱللَّهُ شَكُورٌ

حَلِيمٌ ﴿١٧﴾ (التغابن٦٤/ ١٧)

”اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو تو وہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر لوٹائے گا‘ اور تمہارے قصوروں سے درگزر کرے گا اور اللہ بڑا قدردان اور بردبار ہے۔“

اور فرمایا:

﴿مَن ذَا ٱلَّذِي يُقْرِضُ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَٰعِفَهُۥ لَهُۥٓ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَٱللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾﴾ (البقرة٢/ ٢٤٥)

”پھر کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے؟ تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر لوٹائے‘ گھٹانا اور بڑھانا اللہ کے اختیار میں ہے‘ اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے۔“

کتنا بڑھانے کا وعدہ ہے؟: بڑھا چڑھا کر لوٹانے کا وعدہ تو ہے۔ اصل حد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے‘ مگر دنیا کے حساب کے مطابق سمجھایا گیا ہے۔ مادہ پرست لوگ جو دولت کمانے کے لیے جیتے ہوں وہ بظاہر اخلاقی مقاصد کے لیے کچھ خرچ کرتے بھی ہیں تو پہلے حساب لگاتے ہیں کہ اس سے ان کی اپنی ذات کو کیا فائدہ ہو گا۔ اسی ذہنیت کے لوگوں کی ترغیب کے لیے ارشاد ہے:

﴿مَّثَلُ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَٰلَهُمْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾﴾ (البقرة٢/ ٢٦١)

”ان لوگوں کی مثال‘ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں‘ ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے‘ اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں‘ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی ہے۔“

ایک دانے پر سات بالیاں ہر بالی میں سو دانے‘ ایک دانے سے سات سو دانے بن جاتے ہیں۔ یوں سات سو گنا بڑھانے کا وعدہ ہے‘ مگر جس قدر خلوص اور جذبہ زیادہ ہو گا‘ اللہ تعالیٰ اتنا زیادہ اجر بڑھا دیتا ہے۔ بڑھانا گھٹانا محض اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

ذوالقرنین (ایک شکر گزار بادشاہ): اس باہمت و بااختیار بادشاہ کا ذکر اللہ کریم نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُۥ فِى ٱلْأَرْضِ وَءَاتَيْنَٰهُ مِن كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ ﴾ (الکہف ۱۸/ ۸۴)

"ہم نے اس کو زمین میں بسایا تھا اور اس کو ہر قسم کے اسباب عطا کیے تھے۔"

طاقتور اور مطلق العنان ہونے کے باوجود وہ اللہ کی عنایات کا معترف اور شکر گزار رہا۔ اس کی شکر گزاری کا ایک واقعہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ ٱلسَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوا۟ يَٰذَا ٱلْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰٓ أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّى فِيهِ رَبِّى خَيْرٌ فَأَعِينُونِى بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ ﴾ (الکہف ۱۸/ ۹۲-۹۵)

"وہ پھر ایک راہ پر چل نکلا۔ یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو وہاں ایک قوم کو دیکھا جو بات کو نہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یہ یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرتے ہیں' کیا ہم آپ کو کچھ مال جمع کر دیں تاکہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان روکاٹ بنا دیں۔ اس نے کہا: جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہی بہتر ہے' تم (افرادی قوت سے) میری معاونت کرو تو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک رکاوٹ کھڑی کر دوں گا۔"

ذوالقرنین نے لوگوں کی مدد سے اس درے میں لوہے کے تختے رکھ کر ان کو تپایا اور تانبا پگھلا کر ان کی درزوں میں بھر دیا اور کہا کہ اب یاجوج اور ماجوج اس کو عبور کر سکیں گے نہ اس میں نقب لگا سکیں گے' پھر اپنا احسان جتانے اور فخر کرنے کے بجائے اس کارنامے کو اپنے رب کی رحمت بتاتے ہوئے کہا:

﴿ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّى ۖ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّى جَعَلَهُۥ دَكَّآءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّى حَقًّا ﴿٩٨﴾ ﴾

(الکہف ۱۸/ ۹۸)

"یہ میرے رب کی رحمت ہے' پس جب میرے رب کا وعدہ پورا ہو گا تو اس کو

ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔"

خلاصۂ کلام: قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کے بے شمار شکر گزار بندوں میں سے چند ایک کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی نعمتوں سے نوازا اور انہوں نے قلب و ذہن کی گہرائیوں سے شکر گزاری کا رویہ اختیار کر کے سکون حاصل کیا۔ اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق ان کی نعمتوں میں اضافہ کیا۔ آپ بھی شکر ادا کریں' اللہ رب العزت اپنے بندوں کی ضروریات سے خوب واقف ہے' وہ بندے سے اتنا ہی مانگتا ہے' جتنا وہ اپنی ضرورتوں سے بچا سکے۔ میانہ روی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ﴿٢٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿٣٠﴾ ﴾ (بني اسرائيل١٧/ ٢٩-٣٠)

"نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔ تیرا رب جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔"

اللہ نے بندوں کے درمیان رزق کی تقسیم میں جو فرق رکھا ہے' انسان اس کی مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ انسان کو اس فطری فرق کو مٹانے کے لیے مصنوعی تدابیر کے ذریعے دخل اندازی نہیں کرنی چاہیئے۔ علاوہ ازیں ذہن نشین فرمالیں کہ رزق میں کمی یا زیادتی اللہ کی رضا یا ناراضی کی علامت نہیں ہے۔ اصل چیز اللہ کی وہ رضا ہے جو ان اخلاقی اوصاف سے حاصل ہوتی ہے جو اللہ کو پسند ہیں۔ ان اوصاف کے ساتھ اگر نعمتیں مل رہی ہیں تو بلاشبہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اس پر بندے کو شکر ادا کرنا چاہیئے۔ لیکن اگر کسی باغی اور نافرمان کو نعمتوں سے نوازا جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بدترین بازپرس اور عذاب کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہماری ضرورتوں سے اتنا باخبر ہے:

﴿ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ﴾ (سبا٣٤/ ٣٩)

"اور جو کچھ تم خرچ کر دیتے ہو اس کی جگہ وہی تم کو اور دے دیتا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَٰبَ ٱللَّهِ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَنفَقُوا۟ مِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَٰرَةً لَّن تَبُورَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦٓ﴾ (فاطر ۳۵/ ۲۹-۳۰)

"جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دے رکھا ہے اس میں سے ظاہر اور چھپے خرچ کرتے ہیں یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں خسارہ ہرگز نہ ہو گا (اس تجارت میں انہوں نے اپنا سب کچھ اس لیے کھپایا ہے) تاکہ اللہ ان کے اجر پورے کے پورے ان کو دے اور مزید اپنے فضل سے ان کو عطا کرے۔"

یہ وعدہ ہے اس اللہ عزوجل کا جو بڑھانے گھٹانے پر قادر ہے۔ اسی یقین کی وجہ سے دحداح کی والدہ نے خوش ہو کر اپنے شوہر کو پکار کر کہا تھا کہ بڑے نفع کا سودا کر آئے ہو۔ دنیا کی تجارت کا حال یہ ہے کہ سرمایہ لگانے کے بعد نفع کی امید کے ساتھ خسارے کا اندیشہ بھی برابر ہوتا ہے' مگر اللہ کا وعدہ ہے کہ میرے ساتھ سودا بازی میں نفع ہی نفع ہے خسارے کا امکان ہی نہیں۔

قارئین کرام ! یہ ذکر تھا ان چند بندوں کا جنہوں نے بے حد و حساب نعمتیں مل جانے پر اللہ کا شکر ادا کیا اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق مزید نعمتوں سے دنیا میں نوازا۔ آخرت میں وہ ان کو کتنا دے گا اس کا اندازہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اب ذکر ہے ان ناشکر گزار بندوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو ناشکری میں صرف کیا۔ جن پر اللہ جل شانہ' کا قہر ٹوٹا اور دونوں جہانوں کا خسارہ لے کر ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس انجام بد سے محفوظ رکھے۔ آمین۔



ناشکر گزار بندوں کا ذکر

قارئین کرام! اگر اللہ تعالیٰ کسی باغی اور نافرمان بندے کو ناشکر گزاری کے باوجود نعمتوں سے نواز رہا ہے تو وہ درحقیقت بدنصیب شخص ہے اور واقعتاً نہایت برے انجام اور عذاب کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ دنیا میں زندگی بھر سکون حاصل نہیں کر سکتے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کو دنیا میں بغاوت اور فساد برپا کرنے کے لیے ذریعہ بناتے ہیں۔ چند مثالیں ذیل میں درج کی جا رہی ہیں تاکہ قارئین کرام اپنے اندر وہ صفات پیدا ہی نہ ہونے دیں جن کی وجہ سے بحر و بر میں فساد برپا ہو گیا ہے اور سکون عنقا ہو گیا ہے۔ لوگ کہنے لگے ہیں ؎

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں

نمرود (ناشکر گزار بادشاہ): ابراہیم علیہ السلام ملک عراق میں ایک ایسے بااختیار شخص کے گھر میں پیدا ہوئے جو عراق حکومت کا افسر اعلیٰ یعنی "The Chief Officer Of The State" تھا۔ عراق کا بادشاہ نمرود تھا جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہونے کا دعویدار تھا۔ ملک میں شرک کے سوا کوئی مذہب نہ تھا' دیگر ٹھاکروں کے ساتھ بادشاہ کی بھی پوجا ہوتی تھی' بادشاہ اپنے آپ کو رب اعلیٰ کہتا تھا' اس کی زبان ہی قانون تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جوان ہوتے ہی شرک کے خلاف اور توحید کے حق میں تبلیغ شروع کی۔ شاہی بت خانے میں گھس کر بتوں کو توڑ ڈالا' ان کے باپ نے خود ان کے خلاف مقدمہ کیا اور بادشاہ نمرود کے سامنے پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ناشکر گزار بادشاہ کا ذکر یوں کیا ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِى حَآجَّ إِبْرَٰهِـۧمَ فِى رَبِّهِۦٓ أَنْ ءَاتَىٰهُ ٱللَّهُ ٱلْمُلْكَ ﴾

(البقرۃ ۲/ ۲۵۸)

"کیا آپ نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جس نے ابراہیم سے جھگڑا کیا تھا؟

(جھگڑا اس بات پر) کہ اس شخص کو اللہ نے حکومت دے رکھی تھی۔"

دنیا بھر کے مشرک خدائی اختیارات کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک اسباب پر حکمرانی اور دوسرے تمدنی اور سیاسی حکمرانی۔

اسباب کی حکمرانی میں وہ اللہ تعالیٰ ہی کو قادر مطلق مانتے ہیں، مگر اس کے ساتھ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود روحوں، فرشتوں، جنوں، اور فوت شدہ برگزیدہ بندوں کو اختیارات دے رکھے ہیں۔ ہندوؤں کی دیو مالا میں اور "Greeks Mythology" میں ان شنکروں (معبودوں) کے نام کے ساتھ ان کے بارے میں عجیب و غریب قصے درج ہیں جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے عبادات کی رسوم بجا لاتے ہیں۔ ان کے آستانوں پر نذریں پیش کرتے ہیں۔

دوسری قسم کی حکمرانی تمدنی اور سیاسی خودمختاری ہے۔ جسے وہ ٹھاکروں کی اولاد ہونے کے ناطے سے شاہی خاندان اور مذہبی پروہتوں (پنڈتوں) اور سوسائٹی کے بڑوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اکثر شاہی خاندان اسی دوسرے معنی میں خدائی کے دعویدار ہیں، مذہبی پروہت اور دیگر پیشوا اس معاملے میں ان کے ساتھ شریک سازش رہے ہیں۔

نمرود کا دعویٰ بھی اس دوسری قسم کی خدائی کا تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر نہ تھا۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ ملک عراق کا اور اس کے باشندوں کا حاکم مطلق میں ہوں۔ مجھ سے بالاتر حاکم کوئی نہیں جس کے سامنے میں جواب دہ ہوں، عراق کا ہر وہ فرد باغی ہے جو اس حقیقت سے اس کو اپنا رب نہ مانے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب العالمین کے علاوہ نمرود کو معبود تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے مرکزی اقتدار پر زد پڑی، اسے وہ نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ اس بغاوت کے الزام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کا حال اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿ إِذْ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ رَبِّيَ ٱلَّذِى يُحْىِۦ وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا۠ أُحْىِۦ وَأُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَٰهِـۧمُ فَإِنَّ ٱللَّهَ يَأْتِى بِٱلشَّمْسِ مِنَ ٱلْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ ٱلْمَغْرِبِ فَبُهِتَ

ٱلَّذِى كَفَرَ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٢٥٨﴾ (البقرة۲/ ۲۵۸)

"جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ زندگی اور موت میرے اختیار میں بھی ہے۔ ابراہیم نے کہا: اچھا! اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے' تو اسے مغرب سے نکال لا۔ یہ سن کر وہ منکر حق مبہوت ہو کر رہ گیا' مگر اللہ ظالموں کو راہ راست نہیں دکھایا کرتا۔"

نمرود جانتا تھا کہ آفتاب و ماہتاب اسی ہستی کے زیر فرمان ہیں جسے ابراہیم (علیہ السلام) نے رب تسلیم کیا ہے' اس طرح وہ پھنس گیا۔ اگر تسلیم کرتا تو مطلق العنان فرمان روائی سے دست بردار ہونا پڑتا تھا' اس لیے وہ جواب دیے بغیر اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹا رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کر دیا گیا' دس روز تک وہ قید رہے' پھر نمرود کی کونسل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلا دینے کا فیصلہ کیا' مگر!

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ قَالُوا۟ حَرِّقُوهُ وَٱنصُرُوٓا۟ ءَالِهَتَكُمْ إِن كُنتُمْ فَٰعِلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يَٰنَارُ كُونِى بَرْدًا وَسَلَٰمًا عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿٦٩﴾ وَأَرَادُوا۟ بِهِۦ كَيْدًا فَجَعَلْنَٰهُمُ ٱلْأَخْسَرِينَ ﴿٧٠﴾ (الأنبياء۲۱/ ۶۸ـ۷۰)

"بولے: اگر کچھ کرنا ہے تو اسے جلا ڈالو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو۔ ہم نے کہا: اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔ انہوں نے ابراہیم کا برا چاہا مگر ہم نے انہی کو نقصان خوردہ کر دیا۔"

یہ ہے وہ اللہ' جس کا وعدہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اگر شکر کرو گے تو زیادہ دوں گا اور اگر کفر کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نام وری قیامت تک قائم رہے گی' مگر نمرود کا نام اگر کوئی لیتا بھی ہے تو نفرت سے اور لعنت کے ساتھ لیتا ہے۔

فرعون (ایک اور ناشکر گزار بادشاہ): حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام

پہلے نبی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی عالمگیر دعوت کے لیے منتخب فرمایا۔ ان کے بعد یہ منصب ان کے بیٹے اسحاق اور پوتے حضرت یعقوب علیہما السلام کی اولاد کو ملا' جو بنی اسرائیل کہلائے۔ ان کو راہ راست کا علم دیا گیا' ان میں نبی پیدا ہوئے جو اقوامِ عالم کی رہنمائی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

﴿يَٰبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝٤٧﴾ (البقرة۲/ ٤٧)

"اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اس نعمت کو جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا اور اس بات کو کہ میں نے تمہیں اقوامِ عالم پر فضیلت عطا کی تھی۔"

مگر بنی اسرائیل اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے زوال پذیر ہوئے' منصب امامت چھن گیا' اقتدار جاتا رہا' یہ سب کچھ عقیدۂ آخرت میں بگاڑ کی وجہ سے ہوا۔

ان کے زوال کی اصل وجہ ان کے عقیدۂ آخرت کی خرابی تھی۔ وہ اس خیالِ خام میں مبتلا ہوئے کہ وہ جلیل القدر انبیاء کی اولاد ہیں اور بڑے بڑے اولیاء و صلحاء اور زہاد سے نسبت رکھتے ہیں اس لیے ان کی بخشش ان کے صدقے میں ہو جائے گی۔ ان جھوٹے بھروسوں نے ان کو دین سے غافل کر کے گناہوں کے چکر میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مصر ہی میں قبطی قوم کا غلام بنا دیا۔ قبطی بادشاہ بڑے متعصب اور ظالم تھے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو کچل دینے کا منصوبہ بنایا' ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی ذبح کر دیا جاتا تاکہ یہ طاقت نہ پکڑ سکیں۔ اس وقت مصر پر رعمیس دوم کی حکومت تھی۔ قبطی بادشاہ تخت نشین ہوتے ہی فرعون کا لقب اختیار کرتے تھے۔ فرعون کے معنی ہیں سورج دیوتا کی اولاد' یہ سورج کو "مہادیو" یا "رب اعلیٰ" کہتے تھے۔

قتل اطفال کا یہ سلسلہ جاری رہا' ایک بار بادشاہ فرعون کی کونسل نے مشورہ دیا کہ ایک سال کے بچوں کا قتل نہ کیا جائے تاکہ ہماری خدمت و بیگار کے لیے تو بنی اسرائیل زندہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی غالب قدرت کا کرشمہ دکھاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سال پیدا کیا جس سال کے بچوں کو قتل کیا جا رہا تھا۔ جبکہ ہارون علیہ السلام کی پیدائش اس

سال ہوئی جس سال بچوں کے زندہ رہنے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے منصوبوں کو شکست نہیں دی جا سکتی' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے نہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھا بلکہ ان کی پرورش کا اہتمام فرعون کے خرچ پر ان کی ماں کی گود میں کر دیا' مجبور و مغلوب زندگی کی بجائے شاہانہ زندگی ملی۔ یہ تفصیلات قرآن کریم میں بڑی صراحت سے بیان ہوئی ہیں' مگر اس وقت ان کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔

نزولِ قرآن کے زمانہ میں جو بنی اسرائیل مدینہ اور اس کے اطراف میں موجود تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات یاد کرواتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَإِذْ نَجَّيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٤٩﴾ ﴾

(البقرة ٢/ ٤٩)

"یاد کرو وہ وقت جب ہم نے تم کو آلِ فرعون کی غلامی سے نجات دی تھی' وہ تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے' تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے' ان حالات میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔"

آزمائش اس بات کی کہ اس بھٹی سے وہ کندن بن کر نکلتے ہیں یا نرا کھوٹ۔ اس نجات پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام شہزادے کی حیثیت سے جوان ہوئے' ایک رات ان کے ہاتھوں ایک قبطی شخص قتل ہو گیا کیونکہ وہ بنی اسرائیل کے ایک شخص پر زیادتی کر رہا تھا' کونسل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا فیصلہ دے دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے روپوش ہو گئے' مَدیَن میں حضرت شعیب کے گھر دس برس خدمت کرتے رہے۔ حضرت شعیب ہی کی بیٹی سے ان کی شادی ہوئی۔ اپنی بیوی کے ساتھ مصر جاتے ہوئے منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ اور حکم ہوا:

﴿ اذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ﴿٤٢﴾ اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ

طَغَىٰ ﴿٤٣﴾ فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿٤٤﴾ (طٰہٰ ۲۰/ ۴۲۔۴۴)

"تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ بے شک وہ باغی ہو گیا ہے۔ اس سے نرم کلام کرنا، شاید کہ وہ سوچے اور ڈرے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں پہنچ گئے:

﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰفِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيقٌ عَلَىٰٓ أَن لَّآ أَقُولَ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُم بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ إِن كُنتَ جِئْتَ بِـَٔايَةٍ فَأْتِ بِهَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿١٠٦﴾ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ﴿١٠٧﴾ وَنَزَعَ يَدَهُۥ فَإِذَا هِىَ بَيْضَآءُ لِلنَّٰظِرِينَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ ٱلْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَٰحِرٌ عَلِيمٌ ﴿١٠٩﴾ يُرِيدُ أَن يُخْرِجَكُم مِّنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ﴿١١٠﴾ ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۰۴۔۱۱۰)

"اور موسیٰ نے کہا! اے فرعون میں جہانوں کے رب کی طرف سے پیغامبر ہوں۔ میرا منصب ہی یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی بات حق کے خلاف نہ کہوں، میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی طرف سے صریح دلائل لے کر آیا ہوں، اس لیے تم بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو۔ فرعون نے کہا: اگر تو کوئی نشانی لایا ہے اور اپنے دعوے میں سچا ہے تو اسے پیش کر۔ موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا تو یکایک وہ ایک جیتا جاگتا اژدھا تھا۔ پھر اس نے (گریبان سے) ہاتھ نکالا تو سب دیکھنے والوں کے سامنے وہ چمک رہا تھا۔ اس پر فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا: یقیناً یہ بڑا ماہر جادوگر ہے۔ تمھیں تمہاری زمین سے بے دخل کرنا چاہتا ہے، اب کیا حکم ہے؟"

نشۂ اقتدار میں مست ان لوگوں نے اپنی حالت پر غور کرنے کی بجائے مقابلے کی ٹھان لی۔ مقابلے کے لیے ملک بھر سے جادوگر اکٹھے کیے، مقابلہ ہوا۔ جادوگر شکست تسلیم کرنے کے بعد ایمان لے آئے، فرعون نے ان کو بھی قتل کی دھمکی دی۔ درباریوں نے مشورہ دیا:

﴿ وَقَالَ ٱلْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُۥ لِيُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ وَيَذَرَكَ

وَءَالِهَتَكَ ۚ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿١٢٧﴾ (الأعراف۷/ ۱۲۷)

"اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا: کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑے رکھے گا کہ وہ ملک میں فساد برپا کرتے پھریں اور تیری اور تیرے معبودوں کی بندگی چھوڑے رکھیں؟ فرعون نے کہا: ہم ابھی ان کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور ان کی عورتوں کو جیتا رہنے دیں گے' ہمارے اقتدار کی گرفت ان پر مضبوط ہے۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت فرعون رعمیس ثانی تھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے وقت رعمیس کا بیٹا' فرعون منفتاح تھا' اس نے دوبارہ قتل اطفال کا حکم دے دیا۔ 1894ء میں ایک کتبہ ملا جس میں یہ فرعون لکھتا ہے:

"اسرائیل کو مٹا دیا گیا' ان کا بیج تک باقی نہیں۔"

فرعون کو راہ راست پر لانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے مختلف عذاب پے در پے بھیجے گئے۔ قحط' ٹڈی دل' سسریاں' جوئیں' مینڈک' خون کی صورت میں عذاب آئے ہر بار کہتا کہ عذاب ٹال دو' ایمان لاتا ہوں' مگر ایمان نہ لایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ ۖ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٣٤﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ﴿١٣٥﴾ (الأعراف۷/ ۱۳۴۔۱۳۵)

"جب کبھی ان پر بلا نازل ہوتی تو کہتے: اے موسیٰ! تجھے اپنے رب کی طرف سے جو منصب حاصل ہے اس کی بنا پر ہمارے حق میں دعا کر' اگر اب تو ہم پر سے بلا ٹلوا دے تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ مگر جب ہم ان پر سے اپنا عذاب ایک وقت مقرر تک کے لیے' جس تک انہیں پہنچنا ہوتا تھا' ٹال دیتے تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگتے۔"

فرعون اور اس کے ساتھیوں نے بنی اسرائیل پر اتنی دہشت پھیلا رکھی تھی:

﴿ فَمَآ ءَامَنَ لِمُوسَىٰٓ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِۦ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي ٱلْأَرْضِ وَإِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾ ﴾

(یونس ۱۰/ ۸۳)

”فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف کی وجہ سے موسیٰ پر اس کی قوم کے چند نوجوانوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔ (ان کو خوف لاحق تھا) کہ وہ انہیں فتنے میں ڈال دے گا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ فرعون زمین میں غلبہ رکھتا تھا اور ان لوگوں میں سے تھا جو کسی انتہا پر بھی نہیں رکتے۔“

ایک گزارش: تاریخ گواہ ہے کہ کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ایمان و کفر کی کشمکش کے دوران ایمان لانے والے نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ مبلغین کو چاہئے کہ اپنی پوری توجہ نوجوانوں کی اصلاح پر مرکوز رکھیں۔ اصحابِ کہف بھی نوجوان ہی تھے' ابتدائے اسلام میں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے بھی نوجوان ہی تھے۔ بڑے بوڑھے تو مصلحت پرستی اور عافیت کوشی کی تلاش میں رہے۔ حق پرستی کی راہ ان کو پرخطر دکھائی دیتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر 30 اور 35 برس کے درمیان تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر 38 برس تھی۔ صرف ایک صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ تھے جو سارے گروہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہم عمر تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا' مصر میں قیام کا آخری زمانہ تھا' ظلم و ستم و جبر کی انتہا ہو چکی تھی' کسی قسم کی فہمائش فرعون اور اس کے ساتھیوں پر اثر انداز نہ ہوئی۔ اس وقت اللہ کے حضور دعا کی گئی:

﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَآ إِنَّكَ ءَاتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُۥ زِينَةً وَأَمْوَٰلًا فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ رَبَّنَا لِيُضِلُّوا۟ عَن سَبِيلِكَ ۖ رَبَّنَا ٱطْمِسْ عَلَىٰٓ أَمْوَٰلِهِمْ وَٱشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا۟ حَتَّىٰ يَرَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾ ﴾ (یونس ۱۰/ ۸۸)

”اور موسیٰ نے کہا: اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو

دنیا کی زندگی میں زینت اور مال و متاع دے رکھے ہیں' اے ہمارے پروردگار! کیا یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے ہمارے رب! ان کے مال و متاع کو غارت کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر ثبت کر دے کہ وہ دردناک عذاب دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں۔"

یعنی خوف کے علاوہ لوگ ان کے ٹھاٹھ' شان و شوکت' تمدن و تہذیب اور خوشنمائی پر ریجھ رہے ہیں' ان کو ذرائع و وسائل حاصل ہیں کہ اپنی تدابیر کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔

جواب میں ارشاد ہوا:

﴿قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَٱسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾﴾ (یونس ۱۰/ ۸۹)

"تم دونوں کی دعا قبول کی گئی' اب ثابت قدم رہنا اور ان لوگوں کے طریقے کی ہرگز پیروی نہ کرنا جو حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔"

مطلب یہ ہے کہ ان بے ہمتوں کی پیروی نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے۔ وہ باطل کی شان و شوکت اور حق پرستوں کی زبوں حالی اور مسلسل ناکامیوں کو دیکھ کر گمان کرنے لگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے۔ حصولِ حق کی جدوجہد کو بے سود سمجھ کر بیٹھ جاتے ہیں' سمجھتے ہیں کہ اتنی ہی دین داری کافی اور غنیمت ہے جس کی اجازت کافر و فاسق حکومت سے ملتی ہے۔

بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کی غرقابی: لاکھوں کی تعداد میں بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی عید کا جشن منانے نکلے۔ اسی دوران میں ان کو ہجرت کا حکم ملا۔ وہ فلسطین کی طرف روانہ ہو گئے' راستے میں سمندر پڑتا تھا۔ فرعون کو بھی اس کا علم ہو گیا' وہ اپنی فوج اور سرداروں کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکلا' بنی اسرائیل سمندر کے کنارے رکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں' عصا مارنے سے سمندر کا پانی پھٹ گیا اور بارہ قبیلوں کے لیے سمندر کے اندر الگ الگ خشک راستے بن گئے۔ بنی اسرائیل بخیریت سمندر میں سے گزر رہے تھے کہ فرعون بھی پہنچ گیا۔ راستے دیکھ کر وہ بھی

سمندر میں اتر گیا' پانی ٹھاٹھیں مارتا ہوا پھر سے مل گیا' فرعون اپنی فوج کے ساتھ ہی غرق ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حال اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿ وَجَٰوَزْنَا بِبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱلْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُۥ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَدْرَكَهُ ٱلْغَرَقُ قَالَ ءَامَنتُ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱلَّذِىٓ ءَامَنَتْ بِهِۦ بَنُوٓا۟ إِسْرَٰٓءِيلَ وَأَنَا۠ مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿٩٠﴾ ﴾ (یونس ۱۰/ ۹۰)

''ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے گزار دیا' پھر فرعون اور اس کے لشکر بھی ظلم و زیادتی کے ارادے سے ان کے پیچھے چلے' یہاں تک کہ جب فرعون غرق ہونے لگا تو بول اٹھا میں ایمان لاتا ہوں کہ اس ہستی کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی مسلمانوں میں سے ہوں۔''

مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا:

﴿ ءَآلْـَٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٩١﴾ فَٱلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ ءَايَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ عَنْ ءَايَٰتِنَا لَغَٰفِلُونَ ﴿٩٢﴾ ﴾ (یونس ۱۰/ ۹۱-۹۲)

''اب ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ قبل ازیں تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اب تو ہم صرف تیرے جسم ہی کو بچائیں گے تاکہ تو بعد کی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنے' اگرچہ بہت سے انسان ایسے ہیں جو ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں۔''

یعنی تیرے بعد بھی اس طرح کے لوگ ہوں گے جو تیرے انجام سے بھی عبرت حاصل نہ کریں گے۔ فرعونیوں کے اس انجام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ ٱلسَّمَآءُ وَٱلْأَرْضُ وَمَا كَانُوا۟ مُنظَرِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ (الدخان ٤٤/ ٢٩)

''پھر ان پر آسمان رویا نہ زمین' اور ان کو ذرا سی بھی مہلت نہ دی گئی۔''

قارون (ایک ناشکر گزار دولت مند سیٹھ): حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اکیلے فرعون کی طرف مبعوث نہیں کیا گیا تھا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے تین شخصیتوں کا نام بتایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٢٣﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ ﴾ (الغافر ٤٠/ ٢٣-٢٤)

"ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور نمایاں دلائل دے کر فرعون' ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تھا' مگر انہوں نے کہا کہ یہ تو جھوٹا اور جادوگر ہے۔"

ہامان' فرعون کا وزیر اعظم تھا اور قارون' وزیر محنت یا کسی اور ذمہ دار عہدے پر فائز تھا' یہ بے حیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا فرد تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ۞ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ ﴾ (القصص ٢٨/ ٧٦)

"بے شک قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا' پھر وہ اپنی قوم سے باغی ہو گیا اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت اٹھا سکتی تھی۔"

یہ شخص اپنی قوم بنی اسرائیل کے خلاف اس حکومت کا پٹھو بن گیا جو بنی اسرائیل ہی کو جڑ سے ختم کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ بنی اسرائیل کی روایات کے مطابق اس کے خزانوں کی کنجیاں اٹھانے کے لیے ستر (۷۰) خچروں کی ضرورت ہوتی تھی اگرچہ اس میں مبالغہ ہی ہو' مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بے حد و حساب دولت ملی تھی' اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے:

﴿ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ ﴾ (القصص ٢٨/ ٧٦-٧٧)

"جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ مت اتراتا پھر' بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تجھے دے رکھا ہے اس کے ذریعے سے آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھول جا اور جس طرح اللہ نے تجھ پر

احسان کیا ہے تو بھی احسان کر اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش نہ کر' بے شک اللہ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

﴿قَالَ إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِىٓ ۚ﴾ (القصص ۲۸/ ۷۸)

"قارون نے جواب دیا کہ یہ تو مجھے اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔"

قارون کا اشارہ یا تو اس فن کی طرف تھا جس کے ذریعے وہ دشمن قوم کا آلہ کار بن گیا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ میں ان خوبیوں کا مالک ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ سب کچھ ملنا چاہیئے۔ ارشاد ہوا:

﴿فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ فِى زِينَتِهِۦ ۖ قَالَ ٱلَّذِينَ يُرِيدُونَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا يَـٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ أُوتِىَ قَـٰرُونُ إِنَّهُۥ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ ٱللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَـٰلِحًا ۚ وَلَا يُلَقَّىٰهَآ إِلَّا ٱلصَّـٰبِرُونَ ﴿٨٠﴾﴾ (القصص ۲۸/ ۷۹۔۸۰)

"پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنے پورے ٹھاٹھ میں نکلا' اسے دیکھ کر دنیا کی زندگی کے طلبگار بولے: اے کاش! کسی طرح ہمیں بھی وہ کچھ ملے جو قارون کو دیا گیا ہے' بے شک وہ بڑے نصیب والا ہے۔ مگر وہ لوگ بولے جن کو حقیقت کی کچھ سمجھ ملی تھی: تم پر افسوس ہے! اللہ کا دیا ہوا بہتر ہے ان کے لیے جو ایمان لائیں اور عمل صالح کریں' مگر یہ حقیقت انہی کو سمجھ آ سکتی ہے جو صبر کرنے والے ہوں۔"

یہ دنیا کا بہت بڑا سیٹھ بنی اسرائیل کے ساتھ ہی مصر سے نکلا تھا۔ فرعون کے غرق ہو چکنے کے بعد یہ اپنی پارٹی کے ہمراہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے خلاف سازشوں اور شرارتوں میں مصروف ہو گیا' اس کی پارٹی میں تین سو کے قریب آدمی تھے' ایک سازش اس نے ایسی کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تنگ آ کر دعا مانگی' جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ زمین میں دھنسا دیا' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَخَسَفْنَا بِهِۦ وَبِدَارِهِ ٱلْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُۥ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُۥ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ ٱلْمُنتَصِرِينَ ﴿٨١﴾ ﴾ (القصص۲۸/ ۸۱)

”پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا' پھر اللہ کے سوا کوئی جماعت نہ ہوئی جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد آپ کرسکا۔“

اور فرمایا:

﴿ وَأَصْبَحَ ٱلَّذِينَ تَمَنَّوْا۟ مَكَانَهُۥ بِٱلْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ ٱللَّهَ يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ وَيَقْدِرُ ۖ لَوْلَآ أَن مَّنَّ ٱللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَأَنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴿٨٢﴾ ﴾ (القصص۲۸/ ۸۲)

”اب وہی لوگ جو کل اس کی منزلت کی تمنا کر رہے تھے کہنے لگے: افسوس! ہم تو بھول ہی گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کے لیے رزق میں فراخی کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے' اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا' افسوس! ہمیں تو یاد ہی نہ رہا کہ کافروں کو فلاح نصیب نہیں ہوا کرتی۔“

پہلے یہی لوگ دولت ملنے کو اللہ تعالیٰ کا احسان کہہ رہے تھے' مگر قارون کے انجام کے بعد دولت نہ ملنے کو احسان کہنے لگے۔ دولت تو ہوتی ہے خرچ کرنے کے لیے۔ کس قدر نادان ہے وہ جو اسے جمع کر کے مسرت محسوس کرنے لگے۔ ایک ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اٹھ جاگ مسافر چلتے آگے — تو سوئے تیرا جیون بھاگے
او ماٹی کی کایا والے — کاہے اتنا بوجھ سنبھالے
راہ میں کہیں گر نہ جائے — کاچے ہیں مایہ کے دھاگے
اٹھ جاگ مسافر چلتے آگے
تو سوئے تیرا جیون بھاگے

بنی اسرائیل (ناشکر گزار قوم): آثارِ قدیمہ میں تو ہمارے لیے بہت زیادہ عبرت کا سامان

موجود ہے' مگر ایک جیتی جاگتی قوم زیادہ بہتر سامانِ عبرت و بصیرت مہیا کرتی ہے۔ بنی اسرائیل کا حال درج کیا جا چکا ہے' اس قوم کو صحرا سے اٹھا کر مصر جیسے شہر میں آباد کیا گیا' انہیں حکومت دی گئی' ان میں نبی پیدا کیے گئے' انہیں کتابیں دی گئیں' انہیں اقوامِ عالم کی رہنمائی کا منصب عطا کیا گیا' فرعون کی ذلت آمیز غلامی میں چلے گئے پھر بھی انہیں نجات دلائی گئی' یہ ساری نعمتیں انہوں نے ناشکری میں بدل لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ سَلْ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ كَمْ ءَاتَيْنَٰهُم مِّنْ ءَايَةٍۭ بَيِّنَةٍۗ وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ ٱللَّهِ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَإِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۱۱)

"بنی اسرائیل سے تو پوچھو' کیسی کھلی کھلی نشانیاں ہم نے ان کو دی تھیں اور اللہ کی نعمتیں مل چکنے کے بعد جو بدل دے اسے اللہ سخت سزا دیتا ہے۔"

اس قوم نے دنیا پرستی' نفاق اور علم و عمل کی گمراہیوں میں پڑ کر اپنے آپ کو ان نعمتوں سے محروم کر لیا۔ نئے نئے راستے نکال لیے۔ حق جاننے کے باوجود اپنے جائز حق سے بڑھ کر اختیارات' فوائد اور منافع حاصل کرنے کیلئے اور ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنے کیلئے علم و ہدایت کو فراموش کر دیا۔ بار بار ان کی اصلاح کیلئے پیغمبر بھیجے گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ فِيمَا ٱخْتَلَفُوا۟ فِيهِۚ وَمَا ٱخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا ٱلَّذِينَ أُوتُوهُ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْۖ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۱۳)

"چنانچہ اللہ نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور کج روی پر ڈرانے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں فیصلہ کر دے' اور واضح دلائل آ جانے کے بعد باہمی ضد کی بناء پر انہی لوگوں نے اختلاف کیا جنہیں کتاب دی گئی تھی۔"

اور فرمایا:

﴿ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾ ﴾

(یونس ۱۰/ ۹۳)

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا دیا اور نہایت عمدہ وسائل زندگی انہیں عطا کیے' پھر انہوں نے باہم اختلاف اس وقت پیدا کر لیے جبکہ علم ان کے پاس آ چکا تھا' یقیناً تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔"

چاہیئے تو یہ تھا کہ نعمتیں پا کر اور آزادی ملنے پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوتے اور متحد رہتے' مگر انہوں نے تفرقے پیدا کیے' نئے نئے مذہب نکالے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے ہوئے علم کو پس پشت ڈال دیا' کفر و اسلام کی حدود ان پر واضح کر دی گئی تھیں' اطاعت و معصیت کا مطلب ان کو معلوم تھا' اس کے باوجود انہوں نے ایک دین کے کئی دین بنا دیے۔ اصل بنیاد کو چھوڑ کر دوسری بنیادوں پر اپنے مذہب کے فرقوں کی عمارتیں کھڑی کر لیں۔ اس طرح بد عملی عام ہو گئی۔

امت محمد کو بھی اپنی موجودہ حالت پر غور کرنا چاہیئے۔ ہماری حالت بھی اس سے مختلف نہیں ہے' اس کی کچھ سزا ہمیں مشرقی پاکستان کے چھن جانے کی صورت میں مل چکی ہے' مگر ہماری حالت مزید خراب ہوتی جا رہی ہے' اس پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔

فرقہ بندی کی وجہ: ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا تَفَرَّقُوٓاْ إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ ٱلۡعِلۡمُ بَغۡيَۢا بَيۡنَهُمۡۚ وَلَوۡلَا كَلِمَةٞ سَبَقَتۡ مِن رَّبِّكَ إِلَىٰٓ أَجَلٖ مُّسَمّٗى لَّقُضِيَ بَيۡنَهُمۡۚ وَإِنَّ ٱلَّذِينَ أُورِثُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ لَفِي شَكّٖ مِّنۡهُ مُرِيبٖ ۝١٤ ﴾ (الشوریٰ ۴۲/ ۱۴)

"لوگوں میں فرقہ بندی علم آ جانے کے بعد پیدا ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتیاں کرنا چاہتے تھے۔ اگر آپ کے رب کی بات پہلے ہی ایک معین مدت تک مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا قضیہ بھی چکا دیا گیا ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے بارے میں بڑے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں۔"

بحثوں میں الجھ گئے' اصل کو چھوڑ بیٹھے' آنے والوں کے لیے اصل میں بھی الجھنیں پیدا ہوئیں۔ یہ ذکر تو ہے بنی اسرائیل کا مگر موجودہ مسلمانوں کی حالت بھی اس سے مختلف نہیں۔ مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے؎

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر کوئی ہم پر مبعوث ہوتا پیمبر
تو ہے جیسے مذکور قرآں کے اندر ضلالت یہود اور نصاریٰ کی اکثر
یونہی جو کتاب اس پیمبر پہ آتی
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

یہ سب ہماری ناشکری ہی ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اپنی عیاشی کا سامان سمجھ لیا۔ بنی اسرائیل نے اگر غلامی سے نجات پا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا تھا تو ہم نے بھی انگریز اور ہندو سے خلاصی پا کر شکر ادا نہ کیا۔ اسی کے نتیجہ میں نصف پاکستان ہم سے الگ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ جو پاکستان بچ گیا ہے اس کا حال ہم نے کیا کر دیا؟ لوٹ کھسوٹ کی انتہا کر دی ہے' یوم آزادی تو ہم ناچ گا کر منا لیتے ہیں' مگر آج 4 مارچ 2001ء تک پاکستان قائم ہوئے ترپن برس چھے ماہ اور بیس دن گزر چکے ہیں۔ میں یہ ناچ گا کر خوشیاں منانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ وہ کیا آزادی ہے جو انگریز کے زمانہ میں ہمیں حاصل نہیں تھی اور اب حاصل ہے؟ وہ کون سا عمل ہے جو اس وقت ہم نہیں کر سکتے تھے اور آج کر سکتے ہیں؟ یہ ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جس کا جواب مجھے آج تک کسی نے نہیں دیا۔ یہ ناشکری اور بدعہدی ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ کے قانون میں بہت بڑی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا﴾ (هود ١١/ ٥٧)

"میرا رب کسی دوسری قوم کو تمہارا قائم مقام بنا دے گا اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے۔"

بنی اسرائیل کی غلامی کا حال آپ پڑھ چکے ہیں۔ اللہ نہ کرے یہ حال ہمارا بھی ہو سکتا ہے۔ پاکستان بننے کا مقصد فوراً پورا کریں' ورنہ بے مقصد تھا جو کیا گیا۔

باغ والے ناشکر گزار: براعظم افریقہ کے کسی ملک میں ایک خدا ترس شخص تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے نواز رکھا تھا' زمینداری اور سرسبز و شاداب باغات دے رکھے تھے۔ فصل کاٹتا تو مسکین جمع ہوتے۔ وہ ان کو فصل میں سے مناسب حصہ دیتا۔ مسکین راضی ہو کر اس کے لیے دعائیں کرتے' اس طرح اس کی خوشحالی میں اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ وہ شخص فوت ہو گیا' اس نے اپنے بیٹوں کو خیرات کرنے کی وصیت کی تھی۔ مگر اس کی وفات کے بعد بیٹوں نے مساکین کو مفت خورے جان کر نظرانداز کیا۔ مساکین کو بتائے بغیر پھل توڑنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ﴿٢١﴾ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ﴿٢٢﴾ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ﴿٢٣﴾ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ﴿٢٤﴾ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ﴿٢٥﴾ ﴾

(القلم ٦٨/ ٢١-٢٥)

"صبح سویرے ان لوگوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ اگر پھل توڑنے ہیں تو سویرے سویرے اپنی کھیتی کی طرف نکل چلو۔ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے ایک دوسرے کو کہتے جاتے تھے کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس باغ میں نہ آنے پائے۔ وہ کچھ نہ دینے کا فیصلہ کیے ہوئے صبح سویرے جلدی جلدی اس طرح وہاں گئے جیسے وہ (پھل توڑنے پر) قادر ہوں۔"

انہیں اپنی قدرت اور اختیار پر ایسا بھروسہ اور یقین تھا کہ قسم کھا کر بے تکلف کہہ دیا کہ وہ ضرور اپنے باغ کا پھل توڑیں گے اور وہ ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے تھے۔ مسلمان کو حکم ہے کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ ظاہر کرے تو ساتھ ہی ان شاء اللہ کہے۔ آپ بھی یاد رکھیں۔

﴿ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿١٩﴾ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ﴿٢٠﴾ ﴾

(القلم ٦٨/ ١٩-٢٠)

"وہ رات کو سوئے پڑے تھے کہ تمہارے رب کی طرف سے ایک بلا اس باغ میں پھر گئی۔ اور اسے ایسا کر دیا کہ جیسے کٹی ہوئی فصل ہو۔"

صبح کو وہ چپکے چپکے اپنے باغ کی جگہ پہنچے:

﴿ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوٓاْ إِنَّا لَضَآلُّونَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٢٧﴾ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ﴿٢٨﴾ قَالُواْ سُبْحَٰنَ رَبِّنَآ إِنَّا كُنَّا ظَٰلِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَٰوَمُونَ ﴿٣٠﴾ قَالُواْ يَٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طَٰغِينَ ﴿٣١﴾ عَسَىٰ رَبُّنَآ أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا رَٰغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَٰلِكَ ٱلْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ ٱلْءَاخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾

(القلم٦٨/ ٢٦-٣٣)

"تو جب باغ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ (غور کرنے کے بعد بولے نہیں: بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں۔) ان میں سے جو بہتر آدمی تھا اس نے کہا: کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ وہ پکار اٹھے کہ پاک ہے ہمارا رب! ہم واقعی گناہ گار تھے۔ پھر وہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ آخر کار انہوں نے کہا' ہمارے حال پر افسوس ہے' بے شک ہم سرکش ہو گئے تھے۔ دور نہیں کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر باغ عطا کرے' ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یوں ہی عذاب آتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے' کاش یہ لوگ جانتے۔"

ان کا ساتھی ان کو روکتا رہا کہ وہ اس حرکت سے باز آئیں' مگر انتہا دیکھ کر ہی وہ سمجھے دوبارہ رجوع کرنے پر پھر انہوں نے امید لگائی کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا اور دوبارہ ان پر عنایات کرے گا۔ یہ بھی مومن کی شان ہے کہ وہ اپنی غلطی اور کوتاہی محسوس کرتا ہے' توبہ کرتا اور معافی مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بھی شان یہی ہے کہ وہ بندے کو معاف کر دیتا ہے۔ کاش! میری قوم بھی اس نکتے کو جان لے۔

دو باغوں والا (ایک ناشکر گزار شخص): یہ حال اس باغوں والے شخص کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر فخر کرنے لگا اور قیامت کا بھی انکار کرنے لگا' حالانکہ اسے شکر ادا کرنا چاہیئے تھا۔ فخر کا تو کوئی مقام نہیں' ان سب نعمتوں کا دینے والا اللہ رب العزت ہے۔ کون ہے جو پیدا ہوتے ہوئے ساتھ لایا ہو؟ فخر نہیں بلکہ شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے' دنیا میں

بھلائی پھیلانے کے لیے ان نعمتوں کو استعمال کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَٱضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَٰبٍ وَحَفَفْنَٰهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا ٱلْجَنَّتَيْنِ ءَاتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِم مِّنْهُ شَيْـًٔا ۚ وَفَجَّرْنَا خِلَٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَكَانَ لَهُۥ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَٰحِبِهِۦ وَهُوَ يُحَاوِرُهُۥٓ أَنَا۠ أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهُۥ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِۦ قَالَ مَآ أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَٰذِهِۦٓ أَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَمَآ أَظُنُّ ٱلسَّاعَةَ قَآئِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّى لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ لَهُۥ صَاحِبُهُۥ وَهُوَ يُحَاوِرُهُۥٓ أَكَفَرْتَ بِٱلَّذِى خَلَقَكَ مِن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّىٰكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾ لَّٰكِنَّا۠ هُوَ ٱللَّهُ رَبِّى وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّىٓ أَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ ٱللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا۠ أَقَلَّ مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾ فَعَسَىٰ رَبِّىٓ أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ أَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُۥ طَلَبًا ﴿٤١﴾ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِۦ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَآ أَنفَقَ فِيهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَيَقُولُ يَٰلَيْتَنِى لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّىٓ أَحَدًا ﴿٤٢﴾ ﴾

(الکھف۱۸/ ۳۲-۴۲)

"ان کے سامنے ایک مثال بیان کریں' دو شخص تھے' ان میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیے اور ان کے گرد کھجور کے درختوں کی باڑ لگائی اور ان کے درمیان کاشت کے لیے زمین رکھی۔ دونوں باغ پھلے پھولے اور پھل لانے میں ذرا سی کسر بھی نہ چھوڑی' ان باغوں کے اندر ہم نے ایک نہر بھی جاری کر دی۔ اس کے پاس خوب میوے تھے وہ ایک دن اپنے ساتھی سے مخاطب ہوا اور بولا: میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور نفری کے اعتبار سے تجھ سے زیادہ طاقتور ہوں۔ پھر وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنی جان کا ظالم بن کر کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت کبھی فنا ہو جائے گی۔ اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت بھی کبھی آئے گی' تاہم اگر مجھے کبھی اپنے رب کے حضور پلٹنا بھی پڑا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار

جگہ مجھے ملے گی۔ اس کے ساتھی نے باتیں کرتے ہوئے اس سے کہا کہ کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے' جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا پھر تجھے سنوار بنا کر پورا آدمی بنا کھڑا کیا۔ رہا میں! تو میرا رب تو وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہو رہا تھا تو تیری زبان سے یہ کیوں نہ نکلا: ((مَاشَاءَ اللّٰهُ' لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه)) اگر تو مجھے مال اور اولاد میں اپنے سے کمتر پا رہا ہے۔ تو دور نہیں کہ میرا رب مجھے تیری جنت (باغ) سے بہتر عطا فرمائے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جس سے وہ چٹیل میدان بن کر رہ جائے۔ یا اس کا پانی زمین میں اتر جائے تو پھر تُو اسے کسی طرح نہ نکال سکے۔ آخر کار یہی ہوا کہ اس کا سارا پھل ہلاک کر دیا گیا اور وہ اپنے باغ کو شاخوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی دولت پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور کہنے لگا کہ کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوتا۔"

قارئین کرام! اس میں ہمارے لیے سبق ہے کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دیکھ کر "ماشاء اللہ" پڑھتے رہنا چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ نظر بد سے اور نعمتوں کے زوال سے بچائے رکھے۔

ہر وقت دل کی گہرائیوں سے اور زبان سے اس کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ اپنے ہاتھوں سے اس دولت کے ذریعے نیکیاں اور خیر پھیلاتے رہنا چاہیئے' فساد مٹانے کے لیے اور نظامِ زندگی متوازن رکھنے کے لیے اس دولت کو خرچ کرتے رہنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندہ میرا مال' میرا مال کہتا ہے۔ (یعنی فخر کرتا رہتا ہے اپنے مال کی کثرت پر) اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے مال میں سے جو کچھ اس کا ہے وہ صرف تین چیزیں ہیں۔ ایک وہ جو کھائی اور ختم کر دی۔ دوسرے وہ جو پہنی اور بوسیدہ کر ڈالی۔ تیسرے وہ جو اللہ کی راہ میں دی اور آخرت کے لیے ذخیرہ کر لی۔ ان تینوں کے سوا جو کچھ ہے اس سب کو وہ

لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جانے والا ہے۔" (صحیح مسلم' کتاب الزھد' باب الدنیا سجن للمؤمن وجنة للکافر' حدیث: ۲۹۵۹)

ذہن نشین فرمالیں کہ جو رہ جائے گا وہ ہمارا نہیں' وہ تو وارثوں کا ہے جن کے کام وہ آئے گا۔ تو بیگانے مال کی اتنی حفاظت؟ افسوس ہے' حیرت ہے۔

قارئین کرام! یہ حال ہے ان چند شخصیات کا جن کا ذکر اللہ نے شکر گزاروں یا ناشکر گزاروں میں تفصیل یا اشارے سے کیا ہے۔ اب بحیثیت مجموعی بنی نوع انسان کا تذکرہ پڑھیے۔

انسان کو بہترین اندازے پر پیدا کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾ ﴾ (التین ۹۵/ ٤)

"ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔"

اس کو اعلیٰ درجے کا جسم عطا کیا جو دوسری کسی جاندار مخلوق کو نہیں دیا گیا۔ اسے سوچ' سمجھ' علم اور عقل کی بلند پایہ قابلیتیں عطا کیں اور انبیاء علیہم السلام بھی انسانوں سے پیدا کیے' یہ بلند ترین مرتبہ ہے۔

اسے ایسا متوازن و موزوں جسم عطا کیا گیا ہے کہ دنیا میں حیرت انگیز کارنامے انجام دے سکے۔ اس موزوں جسم کی مزید زیبائش اور سکون کے لیے لباس عطا کیا۔

لباس کی نعمت عطا کی: لباس وہ نعمت ہے جو خالص انسان کے لیے ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَٰرِي سَوْءَٰتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾ ﴾ (الأعراف ۷/ ۲٦)

"اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانپے اور تمہاری زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے' یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے شاید کہ یہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں۔"

دنیا میں بے شمار جاندار مخلوقات ہیں' مگر یہ نعمت صرف انسان کو ملی ہے۔ اس کا اوّلین مقصد قابل شرم اعضاء کو ڈھانپنا ہے۔ اس کے بعد کی آیات میں ذکر ہے کہ انسان پر شیطان نے پہلا حملہ لباس اتروانے ہی پر کیا تھا تاکہ اس کے قابل شرم حصے کھل جائیں۔

لباس باعث زینت ضرور ہے مگر شرم و حیا کے تقاضے پورے کرتے ہوئے...... ورنہ شیطان کا حملہ چل جائے گا۔ اس نعمت کی ناشکری نہ کریں' کتنے ہی انسان ہیں جو اس نعمت کی ناشکری کر رہے ہیں۔

قوتِ گویائی عطا ہوئی: اور فرمایا:

﴿ خَلَقَ ٱلْإِنسَـٰنَ ۝٣ عَلَّمَهُ ٱلْبَيَانَ ۝٤ ﴾ (القلم٦٨/ ٣۔٤)

"اس نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے بولنا سکھایا۔"

دوسرے حیوانات سے امتیاز بخشا۔ دماغ' ہونٹ اور زبان دوسرے حیوانات کو بھی ملے ہیں' مگر انسان کو عقل' شعور' سمجھ' قوت امتیاز اور ادراکی و اخلاقی حس عطا کی گئی' نیکی اور بدی میں' حق و ناحق میں' ظلم و انصاف میں بجا اور بے جا میں فرق اس قوتِ بیان میں کارفرما ہے' قوت بیان نہ ہوتی تو انسان اپنے تجربات کے نتائج اپنے ساتھ لے کر دفن ہو جاتا۔ انسانی معاشرہ وہیں رہتا جہاں سے شروع ہوا تھا۔

قوت تحریر عطا ہوئی: ارشاد ہے:

﴿ ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ ٱلْأَكْرَمُ ۝٣ ٱلَّذِى عَلَّمَ بِٱلْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ ٱلْإِنسَـٰنَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥ ﴾

(العلق٩٦/ ٣۔٥)

"پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

انسان کو قلم سے لکھنا سکھایا تاکہ اپنے تجربات اور ان کے نتائج کو ضبط تحریر میں لا کر آگے والی نسلوں کے لیے چھوڑ جائے۔ ذرا غور کریں کہ اگر اللہ تعالیٰ الہامی طور پر یہ فن انسان کو نہ سکھاتا تو انسان کی زندگی دوسرے حیوانات سے مختلف نہ ہوتی' انسانی معاشرہ جہاں سے چلا تھا وہیں منجمد رہتا۔

دنیا مسخر کر دی: علاوہ ازیں عنایات و فضیلت جو انسان کو دی گئیں ان کا ذکر یوں فرمایا:

﴿ ٱللَّهُ ٱلَّذِى سَخَّرَ لَكُمُ ٱلْبَحْرَ لِتَجْرِىَ ٱلْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِۦ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ

وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٣﴾ (الجاثیة ٤٥/ ١٢-١٣)

"اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر گزار بن جاؤ۔ اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا' یہ سب کچھ اپنے پاس سے کیا' اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کو ارض و سما کی ہر چیز پر سرداری عطا کی۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو یہ عظمت عنایت نہ کرتا تو اس بحر بے کراں کے سینے کو چیرتے ہوئے جہاز اور کشتیاں یوں بے خطر نہ چل سکتے' یوں تجارت ممکن نہ ہوتی' ماہی گیری اور غوطہ خوری سے گہرے پانیوں سے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا ممکن نہ ہوتا۔ فرمایا: "تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ" مگر انسان نے اس نعمت کو فساد برپا کرنے کا ذریعہ بنا لیا' انسان کو یہ سب کچھ دے کر فرمایا:

﴿ إِنَّا هَدَيْنَٰهُ ٱلسَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴿٣﴾ ﴾ (الدھر ٧٦/ ٣)

"ہم نے اسے یہ راہ دکھائی' چاہے تو شکر کرے اور چاہے تو کفر کی راہ اختیار کر لے۔"

مزید فرمایا:

﴿ فَجَعَلْنَٰهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ﴿٢﴾ ﴾ (الدھر ٧٦/ ٢)

"ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔"

یہاں یہ پہلو غور طلب ہے کہ کان' آنکھیں' زبان' دماغ اور ہونٹ وغیرہ سب حیوانات کو انسان کی طرح ملے ہیں' مگر کسی مقام پر انسان کے علاوہ دیگر حیوانات کے لیے سمیع و بصیر کے الفاظ استعمال نہیں کیے گئے۔ انسان کے لیے یہ اعضاء حصول علم کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے استعمال کیے گئے' ان اعضاء کے ذریعے انسان معلومات جمع کرتا ہے' ترتیب دے کر نتائج اخذ کرتا ہے' ضبط تحریر میں لا کر آنے والی نسلوں کے لیے ذخیرہ کرتا

ہے' تاکہ وہ ان کی بنیاد پر مزید تجربات کریں' اس طرح انسانی معاشرے کی ترقی ممکن ہوئی۔ فرمایا:

﴿أَلَمْ نَجْعَل لَّهُۥ عَيْنَيْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝٩ وَهَدَيْنَٰهُ ٱلنَّجْدَيْنِ ۝١٠﴾

(البلد ۹۰/۸۔۱۰)

"کیا ہم نے اسے دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟ اور دونوں نمایاں راستے بھی اسے دکھا دیے۔"

یہ سب کچھ تو انسان کے علاوہ حیوانات کو بھی دیا گیا' مگر انسان کے ان اعضا کے پیچھے سوچنے اور سمجھنے کی طاقت کے ساتھ اظہار مافی الضمیر کا کام لینے کے آلات زبان اور ہونٹ ہیں۔ دو راستے دے کر آزمانا چاہا کہ عقل و شعور کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کون سی راہ اختیار کرتا ہے' نیکی کی راہ یا برائی کی۔ ان سب عنایات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ عظمت بخشی کہ اس کی رہنمائی کا ذمہ خود لے لیا۔ انسانیت کی رہنمائی کے لیے انبیاء اور وحی کا سلسلہ جاری رہا' انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں میں رہ کر ان کو ہدایات دیتے رہے' انسانیت کو انگلی سے لگا کر چلاتے رہے' جب انسانیت تجرباتی اور شعوری طور پر پختہ ہو گئی تو انبیاء اور وحی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا اور دین مکمل کر دیا گیا۔ اب مزید رہنمائی کے لیے قرآن و حدیث سے روشنی لے کر اپنی عقل و شعور سے کام لیتے ہوئے اپنے مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ» (الموطأ للإمام مالك، القدر، ح:۳)

"میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے' ہرگز گمراہ نہ ہو گے' ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اس کے رسول کی سُنّت۔"

چاہیئے تو یہ تھا کہ انسان ان تمام عنایات کے لیے شکر گزاری کا رویہ اختیار کرتا' مگر

انسان اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے گرتے گرتے اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ہو گیا۔ ارشاد ہوا:

﴿ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ ﴾ (التین ۹۵/ ۵)

"پھر ہم نے اسے الٹا پھیر کر سب نیچوں سے نیچا کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ کی عنایت کی ہوئی خوبیوں کو غلط استعمال کر کے جب یہ انسان اپنے مقام کو بھول کر نیکیوں سے دور ہوتا جائے تو اسے ہم گراتے گراتے اس انتہا تک پہنچا دیتے ہیں کہ کوئی مخلوق گراوٹ کی اس انتہا کو پہنچ ہی نہیں سکتی۔ انسان کی اس گراوٹ کا مشاہدہ ہر طرف کیا جا سکتا ہے۔ حرص' طمع' خود غرضی' شہوت پرستی' کمینہ پن' وحشت و درندگی' غیظ و غضب' انتقام اور دیگر اس قسم کی مثالیں دن رات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ انسان دشمنی میں اندھا ہو کر اپنے ہی ہم جنسوں کا قتل عام کرتا ہے کہ درندوں میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ایک درندہ اپنی غذا کے لیے ایک جاندار کا شکار کرتا ہے' قتل عام نہیں کرتا' درندہ دانتوں اور پنجوں سے کام لے کر اپنے شکار کو زخمی یا ہلاک کرتا ہے' مگر یہ انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل سے اور ہاتھوں سے مہلک ہتھیار تیار کرتا ہے' ایٹم بم گراتا ہے اور آن واحد میں انسانی بستیوں کو نیست و نابود کرتا ہے اور لاکھوں بے گناہ انسانوں کو موت کی نیند سلا دیتا ہے' انتقام لینے کے لیے اذیت دینے کے نت نئے طریقے ایجاد کرتا ہے کہ درندوں کے تصور میں بھی نہیں آ سکتے۔ برہنہ عورتوں کے جلوس نکالتا ہے۔ ایک ایک عورت کو دس دس آدمی اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں۔ بھائیوں اور باپوں کے سامنے ان کے گھر کی عصمت کو لوٹا جاتا ہے۔ معصوم بچوں کو ان کے والدین کے سامنے قتل کر دیا جاتا ہے۔ ماؤں کو اپنے جگر گوشوں کا خون پینے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ مذہب ایک مقدس شے ہے' مگر انسان مذہب کے رنگ میں درختوں' پتھروں' چوہوں' بندروں' سانپوں' گائیوں۔ بیلوں کی پوجا کرتا ہے۔ انتہا یہ کہ مرد اور عورت کے جنسی اعضاء کی پوجا کرتا ہے' دیویوں اور دیوتاؤں کی خوشی کے بہانے عبادت گاہوں میں دیوداسیوں سے زنا کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے کارِثواب کا رنگ دیتا ہے۔ اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی قبروں اور بتوں کی پوجا کرتا ہے۔ دیومالا میں متبرک ہستیوں کے ایسے ایسے قصے درج ہیں کہ ذلیل ترین انسان کے لیے بھی باعث شرم ہیں۔

یونانیوں کی "Greeks Mythology" پڑھ کر انسان کے اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کتنا ہی صاحب فہم و ذکاء
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا (بہادر شاہ ظفر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ بَدَّلُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا۟ قَوْمَهُمْ دَارَ ٱلْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ ٱلْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا۟ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا۟ عَن سَبِيلِهِۦ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا۟ فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى ٱلنَّارِ ﴿٣٠﴾ ﴾

(إبراهيم ١٤/ ٢٨-٣٠)

"کیا آپ نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ کی نعمت (پائی اور اس) کو کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا اور (اپنے ساتھ) اپنی قوم کو بھی ہلاکت کے گھر میں جھونک دیا۔ وہ جہنم میں جائیں گے اور وہ بدترین قرار گاہ ہے۔ اور انہوں نے اللہ کے شریک بنا لیے تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکائیں' ان سے کہو کہ اچھا تم مزے کر لو' آخر کار تم نے پلٹ کر جانا تو دوزخ ہی میں ہے۔"

نعمت بدلنے کی صورت جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کے منشا کے خلاف استعمال کیا جانے لگا۔ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکریہ ان لوگوں کا ادا ہونے لگا جن کا نعمتیں دینے میں کوئی دخل و عمل نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی نگاہ میں دنیا طلبی کے سوا ثواب' عذاب اور نیکی' بدی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ یہ اللہ کی زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

<u>اللہ تعالیٰ کو صرف مصیبت میں مانتے ہیں</u>: روز آفرینش ہی سے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان سے " اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ " پوچھ کر اپنی ربوبیت کا جو اقرار کرایا تھا' ربوبیت کی وہ شمع ہر انسان کے قلب و ذہن میں برابر روشن ہے' اگرچہ گردش زمانہ اس کی چمک کو مدھم کر دیتی ہے پھر بھی مصائب و آلام کی تاریکیوں میں جب تمام جھوٹے سہارے' جو عمر بھر فریب دیتے

ہیں' ساتھ چھوڑ جائیں اور انسان کو اپنے تمام منصوبے ناکام ہوتے دکھائی دیں تو ناامیدی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں جب وہ شمع چمکتی دکھائی دیتی ہے تو انسان بے اختیار اس کی طرف بڑھنے لگتا ہے:

﴿فَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَـٰنَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَـٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ﴾ (الزمر۳۹/ ۴۹)

"پھر جب ذرا سی مصیبت انسان کو چھو جاتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت عطا کرتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھے علم کی وجہ سے ملا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَـٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَآ إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُۥ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾﴾ (یونس۱۰/ ۱۲)

"اور انسان کا حال تو یہ ہے کہ جب اس پر کوئی برا وقت آتا ہے تو کھڑے' بیٹھے اور لیٹے ہمیں پکارتا ہے' مگر جب ہم اس کی مصیبت کو دور کر دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی اپنے برے وقت میں ہمیں پکارا ہی نہیں تھا' اس طرح حد سے نکل جانے والوں کے لیے ان کے کرتوت خوش نما بنا دیے جاتے ہیں۔"

اور فرمایا:

﴿وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ﴾ (یونس۱۰/ ۲۱)

"لوگوں کا حال یہ ہے کہ اس مصیبت کے بعد' جو ان کو پہنچتی ہے جب ہم ان کو رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری آیات میں چال بازیاں شروع کر دیتے ہیں۔"

یہ اشارہ ہے اس قحط و خشک سالی کی طرف جو مکہ والوں پر مسلط رہی' بارش ہوئی اور

قحط ختم ہوا تو ہزاروں تاویلیں کرنے لگیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ﴿٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ ﴿١٠﴾ ﴾ (ھود۱۱/۹۔۱۰)

"اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہو جاتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کا مزا چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ مجھ سے سب سختیاں دور ہو گئیں' پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔"

مندرجہ بالا آیات میں انسان کے چھچھورے پن اور سطح بینی کا حال بیان کیا گیا ہے' جب یہ بدترین مخلوق بن جاتا ہے تو خوشحالی میں فخر کے ساتھ اکڑتا ہے' کبھی سوچتا ہی نہیں کہ اس پُربہار چمن پر کبھی خزاں بھی آسکتی ہے' ذرا حالات بدلے تو بلبلا اٹھا' حسرت و یاس کی تصویر بن گیا' اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے لگا اور اس کے نظام میں کیڑے نکالنے لگا۔ بھلا وقت آیا تو پھر وہی اکڑ اور وہی سرمستیاں۔

قارئین کرام! میری طرح بہت سے لوگ ابھی موجود ہیں جنھوں نے جنگ عظیم دوم میں دہریے روسیوں کو اسی چھچھورے پن کا مظاہرہ کرتے دیکھا تھا جب جرمنی نے روس پر یلغار کر دی تو روسی حکومت کو اللہ کے ہونے کا یقین ہونے لگا۔ اپنا دہریہ پن بھلا کر اللہ تعالیٰ سے مدد کے لیے دعائیں مانگنے اور منگوانے لگے تھے۔ برا وقت گزر گیا تو پھر وہی اکڑ اور انکار' چیچنیا پر ظلم و استبداد کی انتہا کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ یہ "اَحْسَنِ تَقْوِیْم" جب "اَسْفَلَ سَافِلِیْن" بن جاتا ہے تو کیا کرتا ہے؟

انسان کا چھچھورا پن: اقرارِ ربوبیت کی جو شمع ہر انسان کے ضمیر کو روشن کیے ہوئے ہے وہ شیطان کی تمام ترغیبات اور اکساہٹوں کے باوجود اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔ ہر آفت و مصیبت کے وقت اس کا حال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿ لَا يَسْـَٔمُ ٱلْإِنسَـٰنُ مِن دُعَآءِ ٱلْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ ٱلشَّرُّ فَيَـُٔوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَـٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَـٰذَا لِى وَمَآ أَظُنُّ ٱلسَّاعَةَ قَآئِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّىٓ إِنَّ لِى عِندَهُۥ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِمَا عَمِلُوا۟ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٠﴾ وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى ٱلْإِنسَـٰنِ أَعْرَضَ وَنَـَٔا بِجَانِبِهِۦ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ فَذُو دُعَآءٍ عَرِيضٍ ﴿٥١﴾ ﴾

(فصلت ٤١/ ٤٩-٥١)

"انسان کبھی بھلائی کی دعائیں مانگتے تھکتا ہی نہیں' اور اگر اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو مایوس و دل شکستہ ہو جاتا ہے۔ مگر جونہی آئی ہوئی آفت کے ٹل جانے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو یہ کہتا ہے کہ میں اسی کا حق دار ہوں' میں نہیں سمجھتا کہ قیامت بھی کبھی آئے گی اگر کبھی حقیقت میں مجھے اپنے رب کی طرف پلٹایا بھی گیا تو وہاں بھی مزے ہی کروں گا' پس کفر کرنے والوں کو لازماً ہم بتا کر رہیں گے کہ وہ کیا کر کے آئے ہیں اور انہیں ہم بڑے گندے عذاب کا مزا چکھائیں گے۔ یہ انسان ہے کہ جب ہم اسے نعمت دیتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اکڑ جاتا ہے اور جب اسے کوئی مصیبت چھو جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔"

یاد رکھیں کہ ایسے لوگوں کی دعائیں دنیا طلبی کے لیے ہوتی ہیں نہ کہ مغفرت طلبی کے لیے۔ خوشحالی اور بال بچوں کی خیر مطلوب ہوتی ہے' یہ کم ظرف انسان کا طرز عمل ہے جو عیش ملتے ہی اللہ تعالیٰ کا بلکہ قیامت کا انکار کر دیتا ہے اور اطاعت و بندگی کے لیے جھکنا اپنی توہین جانتا ہے۔

اگر عبادت کرتا ہے تو کفر و اسلام کی سرحد پر کھڑا ہو کر: اس انسان کی عبادت و دعا اتنی سطحی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَعْبُدُ ٱللَّهَ عَلَىٰ حَرْفٍ ۖ فَإِنْ أَصَابَهُۥ خَيْرٌ ٱطْمَأَنَّ بِهِۦ ۖ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ ٱنقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِۦ خَسِرَ ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ ٱلْخُسْرَانُ

﴿ٱلْمُبِينُ ﴿١١﴾﴾ (الحج۲۲/ ۱۱)

"لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو کنارے پر (کھڑے ہو کر) اللہ کی بندگی کرتے ہیں' پس اگر ان کو بھلائی ملی تو سکون و چین اور اطمینان مل گیا' اور اگر برا وقت آگیا تو اپنے منہ پر الٹا پھر گئے' اس طرح دنیا بھی گئی اور آخرت بھی' یہی ہے گھاٹا علانیہ گھاٹا۔"

مزید فرمایا:

﴿وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى ٱلْإِنسَٰنِ أَعْرَضَ وَنَـَٔا بِجَانِبِهِۦ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ ٱلشَّرُّ كَانَ يَـُٔوسًا ﴿٨٣﴾﴾

(بني إسرائیل۱۷/ ۸۳)

"اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اکڑتا اور پیٹھ پھیر لیتا ہے اور جب اسے ذرا سا دکھ چھو جائے تو مایوس ہونے لگتا ہے۔"

مزید فرمایا:

﴿إِذَا كُنتُمْ فِى ٱلْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا۟ بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَآءَهُمُ ٱلْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوٓا۟ أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّآ أَنجَىٰهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ﴾ (یونس۱۰/ ۲۲۔۲۳)

"جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق کے ساتھ شاداں و فرحاں مصروف سفر ہوتے ہو' پھر ناگہاں بادِ مخالف کا زور ہو جاتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے' اس وقت سب اللہ کے لیے بندگی خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس بلا سے نجات دے دے تو ہم شکر گزار بندے بن جائیں گے۔ پھر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ زمین میں ناحق بغاوت کرنے لگتے ہیں۔"

یہی ثبوت ہے اس شمع ربوبیت کا جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر روشن کر رکھی ہے۔ جب موت اپنی خوفناک صورت کے ساتھ سامنے آتی ہے تو ایک اللہ تعالیٰ کے دامن

کے سوا کوئی دوسری پناہ گاہ نظر نہیں آتی۔ بڑے سے بڑا مشرک اپنے فرضی معبودوں کو بھول کر اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے' غفلت اور جہالت کے کتنے ہی پردے پڑے ہوں یہ حقیقت اس کے اندر سے ابلنے لگتی ہے۔

مکہ معظمہ جس روز فتح ہوا تو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) مکہ سے بھاگ کر جدہ گئے اور کشتی پر سوار ہو کر حبشہ کی طرف روانہ ہوئے۔ سمندر میں سخت طوفان نے آلیا۔ اپنے فرضی مشکل کشاؤں کو سب مسافر پکارتے رہے۔ طوفان کی شدت بڑھی اور کشتی کے غرق ہونے کا یقین ہو گیا تو کہنے لگے کہ اب وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنے کا نہیں۔ یہ وقت تھا جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کی آنکھ کھلی' ان کے دل نے آواز دی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا یہاں کوئی مددگار نہیں تو دوسری جگہ کیوں ہے' یہی تو ایک بات ہے جو وہ اللہ کا بندہ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں بیس برس سے سمجھا رہا ہے۔ ہم خواہ مخواہ اس سے لڑ رہے ہیں۔

انہوں نے اسی وقت اللہ سے عہد کیا کہ اگر میں آج طوفان سے بچ گیا تو سیدھا جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا' چنانچہ انہوں نے عہد پورا کیا۔ اور باقی عمر اسلام کے لیے جہاد میں گزاری۔ (رضی اللہ عنہ و ارضاہ) یہ ہے توبہ اور یہ ہے استغفار' کہ کوئی برائی چھوڑ دینے کا عہد باندھا جائے۔

توحید نما شرک: قارئین کرام! مندرجہ بالا آیات میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں اس اقرار کے اثر سے مانگتے ہیں جو اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں "بلیٰ" کہہ کر کیا تھا۔ توحید کا جو چراغ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب و ذہن میں روشن کر رکھا ہے وہ انہیں اس کی وحدانیت کی راہ دکھا دیتا ہے' مگر اچھا وقت آنے پر سب کچھ بھول جاتے ہیں' بلکہ قیامت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ ہیں جن کا حال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان تو ان کا ہے' مگر ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے ہیں' توحید نما شرک۔

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴿١٠٦﴾ ﴾ (یوسف ۱۲/۱۰۶)

"ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں، مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک بناتے ہیں۔"

قارئین کرام! انسان کی اصل گمراہی اللہ تعالیٰ کے انکار کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی ہے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ نہیں ہے، بلکہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں اس کے پیارے بزرگ بھی کسی نہ کسی طرح شریک کار ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ان بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے اختیارات دے رکھے ہیں:

﴿ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۸)

"اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں۔"

ہم گناہ گاروں اور سیاہ کاروں کی رسائی اللہ تعالیٰ تک ممکن نہیں، کہاں ہم اور کہاں اللہ رب العزت کی ذاتِ عظیم؟ یہ بزرگ:

﴿ لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳)

"ہماری رسائی اللہ تک کرا دیتے ہیں۔"

یہ لوگ اپنے اس عقیدے پر اتنے سخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ أَكۡثَرُ ٱلنَّاسِ وَلَوۡ حَرَصۡتَ بِمُؤۡمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ ﴾ (یوسف ۱۲/ ۱۰۳)

"تم خواہ کتنا ہی چاہو ان میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔"

ایسے ہی انسانوں کا حال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿ ۞ وَإِذَا مَسَّ ٱلۡإِنسَٰنَ ضُرّٞ دَعَا رَبَّهُۥ مُنِيبًا إِلَيۡهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُۥ نِعۡمَةٗ مِّنۡهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدۡعُوٓاْ إِلَيۡهِ مِن قَبۡلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادٗا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِۦۚ قُلۡ تَمَتَّعۡ بِكُفۡرِكَ قَلِيلًاۖ إِنَّكَ مِنۡ أَصۡحَٰبِ ٱلنَّارِ ﴿٨﴾ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۸)

"انسان پر جب کوئی مشکل وقت آتا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اسے پکارتا ہے، پھر جب اس کا رب اسے اپنی نعمت سے نوازتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا اور اللہ کے شریک بناتا ہے تاکہ

اس کی راہ سے گمراہ کرے' اس سے کہو کہ اپنے کفر سے تھوڑے دن لطف اٹھا لے' یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔"

یعنی اسے وہ برا وقت یاد ہی نہیں رہتا جس میں تمام فرضی مشکل کشا اسے بھول گئے تھے اور صرف اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہا تھا۔ مشکل وقت گزر جانے کے بعد وہ پھر انہی سے دعائیں مانگنے لگا۔ انہی کے شکریے' انہی کی نذرونیاز اور انہی کے جھوٹے قصے سنا کر دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے کہ میری آفت فلاں حضرت' فلاں آستانے یا فلاں پیر کے صدقے ٹل گئی۔ یہ قصے اور افسانے سن سن کر دوسرے بھی شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیت میں شرک ہی کو کفر کہا گیا ہے اور اس کا انجام جہنم بتایا گیا ہے' میرے مسلمان بھائیو اور بہنو! اس لعنت سے بچ جاؤ۔

نجات دہندہ کون ہے؟ : فرمایا:

﴿قُلْ مَن يُنَجِّيكُم مِّن ظُلُمَٰتِ ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ تَدْعُونَهُۥ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَىٰنَا مِنْ هَٰذِهِۦ لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ ٱللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾﴾ (الأنعام٦/ ٦٣-٦٤)

"ان سے کہو: صحرا و سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے نجات دیتا ہے؟ تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے کس سے دعائیں مانگتے ہو کہ اگر اس بلا سے اس نے ہمیں بچا لیا تو ہم ضرور شکر گزار ہوں گے؟ ان سے کہو: اللہ تعالیٰ ہی تمہیں اس سے اور ہر مصیبت سے نجات دیتا ہے پھر تم شرک کرنے لگتے ہو۔"

مگر تمہارے شرک کے پاؤں تو اتنے کچے ہیں:

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ ٱلضُّرُّ فِى ٱلْبَحْرِ ضَلَّ مَن تَدْعُونَ إِلَّآ إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّىٰكُمْ إِلَى ٱلْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ كَفُورًا ﴿٦٧﴾﴾ (بني إسرائيل ١٧/ ٦٧)

"جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اس ایک (اللہ) کے سوا سب گم ہو جاتے ہیں جن جن کو تم پکارا کرتے ہو' پھر جب وہ تمہیں بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے منہ موڑ جاتے ہو' بے شک انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔"

یہ ثبوت ہے کہ انسان کی اصل فطرت ایک اللہ کے سوا کسی رب' مشکل کشا اور حاجت روا کو نہیں جانتی۔ انسان کے اپنے دل کی گہرائیوں میں یہ شعور موجود ہے کہ نفع و نقصان اور دکھ سکھ کے حقیقی اختیارات صرف ایک اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی لیے جو وقت اصل دستگیری کا ہے اس وقت صرف واحد اللہ کے سوا کوئی دستگیر نہیں سوجھتا۔ توحید کے برحق ہونے کی نشانی ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ جب تک اسباب سازگار رہتے ہیں انسان اللہ تعالیٰ کو بھولا اور دنیا پر پھولا رہتا ہے' جونہی یہ سہارے جو عمر بھر فریب دیتے ہیں ٹوٹ جاتے ہیں' اسباب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں تو کٹے سے کٹے مشرک اور سخت سے سخت دہریے کے دل سے یہ شہادت ابلنے لگتی ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

﴿ قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَىٰكُمْ عَذَابُ ٱللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ ٱلسَّاعَةُ أَغَيْرَ ٱللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ۝٤٠ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِن شَآءَ وَتَنسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ۝٤١ ﴾ (الأنعام٦/ ٤٠-٤١)

"ان سے کہو: ذرا غور کر کے بتاؤ' اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آ جائے یا آخری گھڑی آ پہنچے تو کیا تم اس وقت اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر تم سچے ہو تو بولو۔ بلکہ اس وقت تم اللہ ہی کو پکاروں گے' پھر اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو تم سے ٹال دے گا' ایسے موقعوں پر تم اپنے بنائے ہوئے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔"

یہ ناشکری دنیا میں فساد کی وجہ ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ بندے کے لیے کافی نہیں: اللہ تعالیٰ وہ ذات واحد ہے:

﴿ ۞ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلْأَرْضِ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي كِتَـٰبٍ مُّبِينٍ ۝٦ ﴾ (هود١١/ ٦)

"زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے' سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے۔"

غور فرمائیں کہ جس اللہ تعالیٰ کے علم کا حال یہ ہے کہ اسے ایک ایک چڑیا کے گھونسلے اور ایک ایک کیڑے کے بل کا علم ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی ضرورت کیا ہے۔ وہ وہیں پر اسے سامان زندگی پہنچا رہا ہے' گوشت خوروں کو گوشت مل رہا ہے اور سبزی خوروں کو نباتات۔ اے انسان! تو نے یہ کیسے فرض کر لیا ہے کہ وہ تیری ضرورتوں سے بے خبر ہے' جبکہ شکم مادر میں تین پردوں کے اندھیروں میں وہ تیری ضرورتوں سے باخبر تھا' اب دنیا میں یہ بدگمانی کیسی؟ افسوس ہے:

﴿ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُۥ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦ ۚ ﴾

(الزمر ۳۹/ ۳۶)

"کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے؟ یہ لوگ اس کے سوا دوسروں سے تم کو ڈراتے ہیں۔"

یعنی اپنے معبودوں سے ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان ٹھاکروں کی شان میں گستاخی نہ کرو' یہ بزرگ باکرامت ہیں ان کی توہین کرنے والا برباد ہو جاتا ہے' فلاں کا تختہ الٹ گیا تھا' وغیرہ۔ ان کے وقار کے خلاف حرکت تک نہیں کرتے' اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر نافرمانیاں کرتے ہیں۔ یہ ہے وجہ بحر و بر میں فساد کی۔ اور فرمایا:

﴿ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ ﴾ (نوح ۷۱/ ۱۳)

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع ہی نہیں رکھتے؟"

ان نام نہاد ٹھاکروں کے وقار کا تو تمہیں اتنا خیال ہے' مگر اللہ تعالیٰ کے متعلق تم یہ توقع ہی نہیں رکھتے کہ وہ بھی کوئی باوقار ہستی ہو سکتی ہے' اس کے خلاف بے دھڑک بغاوتیں کرتے ہو۔ اس کی سلطنت میں دوسروں کو شریک بناتے ہو۔ اس کے احکام کی نافرمانیاں کرتے ہوئے یہ خیال تک ذہن میں نہیں لاتے کہ وہ تمہیں سزا دے گا۔ اے میرے عزیز! غور کر اور آئندہ!

﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن

يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾ (یونس ۱۰/ ۱۰۶۔۱۰۷)

"اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ دے سکے نہ نقصان۔ اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہو گا۔ اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں' وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

اور فرمایا:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّىٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِۦ ۖ فَلَمَّآ أَثْقَلَت دَّعَوَا ٱللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ ءَاتَيْتَنَا صَٰلِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُمَا صَٰلِحًا جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَا ۚ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۸۹۔۱۹۱)

"وہ اللہ ہی ہے کہ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے' پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو اسے خفیف سا حمل رہ گیا' اس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی رہی' پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے مل کر اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو ہمیں اچھا سا بچہ دے تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔ مگر جب اللہ نے ان کو ایک صحیح و سالم بچہ دے دیا تو وہ اس کی اس بخشش و عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے' اللہ ان مشرکانہ حرکتوں سے بہت بلند و بالا ہے جو لوگ کرتے ہیں۔ کیسے نادان ہیں یہ لوگ کہ ان کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے' بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔"

مشرکین عرب مانتے تھے کہ شکم مادر میں صحیح، سالم اور صحت مند بچہ اور اسے کئی طرح کی قوتیں اور قابلیتیں دے کر دنیا میں لانا صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اسی یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے تھے، مگر جب امید بر آتی تو شکریے کے لیے نذریں و نیازیں، دیوی، اوتار، ولی یا کسی اور حضرت کے نام پر دی جاتی تھیں۔ بچے کو نام ایسے دیے جاتے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عنایت کا نتیجہ ہو جیسے عبدالعزیٰ، عبد شمس وغیرہ۔ بلاشبہ یہ بہت بری حالت تھی لیکن ہم توحید کے دعوے داروں میں جو شرک پایا جاتا ہے وہ اس سے بھی برا ہے ہم تو دعا بھی غیروں سے مانگنے لگے ہیں۔ درباروں پر حاضری، وہاں سے پانی، مٹی اور پتھر لانا، ان آستانوں کے نام پر منتیں ماننا، بچہ پیدا ہو تو بودی اور لٹ رکھوانا، ان آستانوں پر نیازیں پیش کرنا ہمارے زمانے میں عام ہے۔ بچوں کے نام حسین بخش، پیراں دتہ، رسول بخش، نبی بخش رکھے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ مشرک تھے اور ہم موحد ہیں، ان کے لیے جہنم واجب ہے اور ہمارے لیے جنت کی گارنٹی ہے، ان کی گمراہیوں پر تنقید ہے اور ہماری گمراہی کا ذکر آئے تو مذہبی دنیا میں ہل چل مچ جائے۔ اسی حالت کو مولانا حالی رحمہ اللہ نے خوب بیان فرمایا ہے:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

چھچھورا انسان: ارشاد ہوا:

﴿ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْـَٔرُونَ ﴿٥٣﴾ ثُمَّ إِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنكُمْ إِذَا

فَرِيقٌ مِّنكُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿٥٤﴾ (النحل۱۶/ ۵۳_۵٤)

”پھر جب کوئی سخت وقت تم پر آتا ہے تو تم لوگ خود اپنی فریادیں لے کر اسی (اللہ) کی طرف دوڑتے ہو۔ مگر جب وہ تم سے سختی ٹال دیتا ہے تو یکایک تم میں سے ایک گروہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو (اس مہربانی کے شکریے میں) شریک کرنے لگتا ہے۔“

توحید کی صریح شہادت تمہارے اپنے نفس میں موجود ہے۔ سخت آفت کے وقت من گھڑت تصورات کا زنگ ہٹ جاتا ہے تو تمہاری اصل فطرت ابھر آتی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی الٰہ کو مالک ذی اختیار نہیں جانتے‘ مگر مشکل وقت ٹلتے ہی اللہ کے شکریے کے ساتھ ساتھ کسی بزرگ کے شکریے کے لیے نذریں نیازیں چڑھانی شروع کر دیتے ہو۔ بات بات سے ظاہر کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہرگز مہربانی نہ کرتا اگر یہ حضرت صاحب مہربان ہو کر اللہ تعالیٰ کو اس کے لیے آمادہ نہ کرتے۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے (اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

کبھی نہ بھولیں کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ یہ سب سے بڑا فساد ہے۔ سب سے بڑی ناشکری ہے۔ بحر و بر میں فساد کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قہر کو بھڑکانے کی بڑی وجہ ہے۔ شیطان کا فریب ہے۔ آج ہی توبہ کر لیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔

شرک کیا ہے؟: کسی زندہ شخص کو (جو قریب ہو اور پکار کو اپنے کانوں سے سنتا ہو) اس کے وسائل کی حد تک مدد کے لیے پکارنا جائز ہے کیونکہ وہ مادی طور پر مدد کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ ہاں‘ فوق الاسباب طور پر پکارنا منع ہے۔ اسی طرح کسی زندہ شخص کو اللہ سے دعا کرنے کے لیے کہنا درست اور جائز ہے۔ کیونکہ وہ مادی طور پر ایسا کرنے کے قابل ہے۔

کسی کو رب بنانا: درج ذیل آیت جب نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی وہ عیسائی مذہب ترک کر کے مسلمان ہو چکے تھے۔

﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ﴾ (التوبۃ۹/ ۳۱)

"انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا' اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔"

عرض کیا کہ ہم تو کسی کو اپنا رب نہیں بناتے تھے۔ فرمایا: کیا تم کتاب اللہ کی سند کے بغیر اپنے علماء کے کہنے پر کسی بھی چیز کو حلال یا حرام قرار نہیں دے لیتے تھے؟ عرض کیا: جی ہاں! یہ تو ہم ضرور کرتے تھے۔ فرمایا: بس یہی ان کو رب بنا لینا ہے۔ (جامع الترمذی' تفسیر القرآن' باب ومن سورة التوبة' حدیث: ۳۰۹۵)

معلوم ہوا کہ جو لوگ انسانی زندگی کے لیے اپنی طرف سے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو مقام ربوبیت پر پہنچاتے ہیں اور جو ان کے اس حق شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انہیں رب بناتے ہیں' اسی طرح عیسیٰ ابن مریم کو بھی اللہ کا بیٹا بنایا جاتا ہے۔ آج مسلمان ہو کر اپنی خواہشات کی پوجا کر رہے ہیں۔ اللہ کا خوف نہ نبی کی شرم۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر غور کریں:

﴿ أَرَءَيْتَ مَنِ ٱتَّخَذَ إِلَٰهَهُۥ هَوَىٰهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَٱلْأَنْعَٰمِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ ﴾ (الفرقان۲۵/ ۴۳۔۴۴)

"کیا کبھی تم نے اس شخص کے حال پر بھی غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو الٰہ بنا لیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو سراسر جانوروں کی طرح ہیں' بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات اور نبی ﷺ کی تشریح و رہنمائی کو نظرانداز کر کے کسی دوسرے کے احکام و رہنمائی کی اتباع کرنا دراصل اس کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرنا ہے۔ اگرچہ آدمی ان دوسری ہستیوں پر لعنت بھی بھیجتا رہے' فرمان الٰہی کے مقابلے میں ان کے اوامر کی اتباع کرنے والا شرک کا مرتکب ہے۔ خواہش نفس کو الٰہ بنا لینے سے بھی مراد اس

کی بندگی کرنا ہے' اللہ اور رسول کے احکام و رہنمائی سے بے نیاز ہو کر اپنی خواہش پر عمل کرنا ایسا ہی شرک ہے جیسا بت پوجنا یا کسی مخلوق کو معبود بنانا۔

جو شخص اپنی نفسانی خواہش کو عقل کے تابع رکھتا ہو اور عقل سے کام لے کر فیصلہ کرتا ہو کہ اس کے لیے درست راہ کون سی ہے اور غلط کون سی' وہ اگر کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہو بھی جائے تو اس کو سمجھا کر راہ راست پر لایا جا سکتا ہے' یہ امید بھی کی جا سکتی ہے کہ راہ راست پر ثابت قدم رہے گا' مگر نفس کا بندہ اور خواہش کا غلام ایک شتر بے مہار ہے' اسے تو خواہشاتِ نفس جدھر لے جائیں گی ان کے ساتھ ساتھ بھٹکتا پھرے گا' اسے درست اور غلط میں تمیز کرنے کی کبھی فکر ہی نہ ہو گی۔

شرک کی مختلف صورتیں: ① کسی زندہ یا فوت شدہ شخصیت کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہر وقت اور ہر جگہ میری پکار یا دعا سنتا ہے اور میرے حالات سے واقف ہے۔

② یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی زندہ یا فوت شدہ شخصیت اللہ تعالیٰ کو میرے لیے تقدیر بدلنے پر راضی کر سکتی ہے' اس کے بغیر اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی نہیں کرتا۔ جیسے مشرکین عرب کہتے تھے:

﴿ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۸)

"کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں۔"

اور کہتے:

﴿ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ﴾ (الزمر ۳۹/ ۳)

"اور ہم ان کی بندگی صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔"

③ کسی فوت شدہ بزرگ سے اللہ کے نام پر کچھ مانگنا۔ جیسے میں نے ایک مسجد کے برآمدے پر جلی حروف میں یہ لکھا ہوا دیکھا: (يَا شَيْخ عبدالقادر جيلاني! شَيْئًا لِلّٰهِ)

"اے شیخ عبدالقادر جیلانی! اللہ کے نام پر کچھ دیجئے۔"

④ کسی بزرگ یا متبرک جگہ یا چیز کے صدقے یا طفیل سے دعا مانگنا مثلاً: "اے اللہ! بحق

فلاں میری دعا قبول کر۔" وغیرہ۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد: برصغیر پاک و ہند میں غالب اکثریت ان مسلمانوں کی ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لیے یہاں ان کا ایک ارشاد درج کر دینا بہت مناسب ہوگا:

«يُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ أَسْئَلُكَ بِحَقِّ فُلَانٍ أَوْ بِحَقِّ أَنْبِيَاءِكَ وَرُسُلِكَ وَبِحَقِّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَلَيْسَ لِأَحَدٍ عَلَى اللهِ حَقٌّ»

"اگر کوئی شخص اس طرح کہے کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بحق فلاں یا بحق انبیاء اور رسول یا بحق بیت الحرام یا بحق مشعر الحرام وغیرہ' تو یہ کہنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اللہ پر کسی کا حق ہے ہی نہیں۔" (شرح فقہ اکبر)

میرے کئی عزیز بھائی نماز کے بعد بحق رسول' بحق چادرِ فاطمہ رضی اللہ عنہا یا بحق شہیدان کربلا وغیرہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں' وہ توبہ کر لیں کیونکہ یہ شرک ہے۔

⑤ کسی شخصیت کی نمائندگی کرتی ہوئی قبر' اصنام یا تصاویر کے سامنے وہ عبادات انجام دینا جن کی تہہ میں مشرکانہ اعتقاد کار فرما ہو۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں کی فہرست بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى ٱلنُّصُبِ﴾ (المائدۃ٥/ ٣)

"اور وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو۔" (وہ بھی حرام ہے)

آیت کے مطابق ایسے مقامات جن کو لوگوں نے کسی وجہ سے مشرکانہ عبادات یا نذر و نیاز پیش کرنے کے لیے مخصوص کر رکھا ہو' خواہ وہاں کوئی بت' درخت' کنواں' لکڑی کی مورتی یا پتھر ہو یا نہ ہو' ایسے مقام کو نصب کہتے ہیں۔ اردو میں آستانہ یا استھان کہا جاتا ہے۔ یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ ہر مسلمان کو ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ برصغیر پاک و ہند میں غالب اکثریت ان مسلمانوں کی ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے مقلد بھی ہیں۔ اس لیے قبروں کی زیارت کے بارے میں ان کا

فتویٰ یہاں درج کرنا مناسب ہوگا:

عرض: حضور! اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: غنیہ میں ہے: یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں' بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے' اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے۔ اور جب تک واپس نہیں آتی' ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ (بحوالہ ملفوظات' مولانا احمد رضا خان بریلوی' حصہ دوم' ص: ۲۳۷' مطبع: حامد اینڈ کمپنی' لاہور)

شرک خفی: شرک کی یہ قسم نہایت خطرناک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ایسے کام تو کیے جائیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے' مگر اس کے پیچھے لوگوں سے داد حاصل کرنے کا جذبہ کارفرما ہو' ایسے نیک کاموں کی تشہیر اس جذبے کے ساتھ کی جائے کہ لوگ تعریف کریں' یہ ارادہ اور امید رکھنا شرک خفی کہلاتا ہے۔

برادران عزیز! اس شرک سے بھی بچو۔ ہمیشہ "نیکی کر دریا میں ڈال" والا مقولہ یاد رکھو۔

معبودان باطلہ کا مشرکین سے اظہار بے زاری: قیامت میں حساب و کتاب پر ایمان ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس روز کا حال اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

﴿ وَإِذَا رَءَا ٱلَّذِينَ أَشْرَكُوا۟ شُرَكَآءَهُمْ قَالُوا۟ رَبَّنَا هَٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا ٱلَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا۟ مِن دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا۟ إِلَيْهِمُ ٱلْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَٰذِبُونَ ﴿٨٦﴾ ﴾ (النحل ١٦/ ٨٦)

"اور جب وہ لوگ جنھوں نے شرک کیا ہوگا اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہیں ہمارے وہ شریک جنہیں ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔ اس پر ان کے وہ معبود انہیں صاف جواب دے دیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو۔"

ذرا غور فرمائیں تو بات سمجھ میں آجائے گی کہ یہ بے جان بت نہیں بلکہ نیک بزرگ ہوں گے جنھوں نے لوگوں کو شرک کی تعلیم نہیں دی تھی۔ وہ اپنی رضامندی اور ذمہ داری کا انکار کر دیں گے کہ تم نے اگر ہمیں دستگیر' فریادرس' مشکل کشا' گنج بخش وغیرہ قرار دے لیا تھا تو یہ جھوٹ تھا جو تم نے خود گھڑ لیا تھا۔

موت کے بعد ان کی بے بسی: اللہ تعالیٰ نے ان کی بے خبری اور بے بسی کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَٱدْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَـٰدِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ ءَاذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ٱدْعُوا۟ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ ﴾ (الأعراف۷/ ۱۹٤_۱۹۵)

"یقیناً اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو محض تمھاری طرح بندے ہیں' اگر تمھارا خیال درست ہے تو تم دعائیں مانگ دیکھو تو وہ تمھاری دعاؤں کا جواب دیں۔ کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں؟ کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑیں؟ کیا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھیں؟ کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنیں؟ ان سے کہہ دو کہ بلا لو اپنے شریکوں کو پھر تم سب مل کر میرے خلاف تدبیریں کر لو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔"

اس آیت میں یہ بتا دیا گیا ہے کہ وہ بندے تو تمھاری طرح انسان ہی ہیں' مگر اب موت وارد ہو چکنے کے بعد یہ ہر طرح سے بے بس ہیں' تم اپنے وہم کے مطابق پکار رہے ہو۔ مزید فرمایا:

﴿ قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِۦ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ ٱلضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ ﴾ (بني اسرائیل۱۷/ ۵٦_۵۷)

"ان سے کہو: پکار دیکھو ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (اپنا کارساز) سمجھتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ اس سے قریب تر کون ہیں، وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں، حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔"

آیت سے ظاہر ہے کہ مشرکین کے جن معبودوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے مراد پتھر کے بت نہیں ہیں، بلکہ فرشتے یا گزرے ہوئے بزرگ ہیں، وہ انبیاء ہیں یا اولیاء۔ ان کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں، اس مالک کا تقرب حاصل کرنے کے وسائل تلاش کر رہے ہیں۔

ایک غلط فہمی: یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی ہے جس نے ہر زمانے میں انسان کو شرک پر آمادہ کیا ہے، انسان اللہ تعالیٰ کو دنیا کے ان راجوں، نوابوں، سرداروں اور بادشاہوں کی طرح قیاس کرتا ہے، جو رعایا سے دور محلات میں عیش کرتے ہیں، رعایا کو ان تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ ان کے حضور درخواست پہنچانے کے لیے ان کے کسی مقرب کا دامن تھامنا پڑتا ہے۔ اگر کسی کی درخواست ان تک پہنچ بھی جائے تو ان کا تکبر یہ گوارا نہیں کرتا کہ وہ خود اس درخواست گزار کو جواب دیں، جواب دینے کے لیے کسی مقرب ہی کو مقرر کرتے ہیں۔ مشرک یہ سمجھتے ہیں اور ہوشیار لوگوں نے بھی انہیں یہ یقین دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آستانۂ عالیہ عام انسانوں کی دسترس سے بہت دور ہے۔ وہاں تک دعاؤں کا پہنچنا پھر اس وقت تک جواب ملنا تو کسی طرح ممکن ہی نہیں جب تک پاک روحوں کا وسیلہ نہ ملے اور ان مذہبی منصب داروں کی خدمات میسر نہ آئیں جو اوپر تک نذریں نیازیں اور عرضیاں پہنچانے کا ڈھنگ جانتے ہوں۔

یہی وہ غلط فہمی ہے جس نے بندے اور رب کے درمیان بڑے چھوٹے معبودوں اور سفارشیوں کا جتھا کھڑا کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ مہنت گری (Priesthood) کا وہ نظام

قائم کر دیا جس کے بغیر جاہل لوگ پیدائش سے موت تک اپنا کوئی مذہبی کام بھی انجام نہیں دے سکتے۔

جاہلیت کے اس تانے بانے کو دو الفاظ میں تار تار کر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ دور نہیں بلکہ قریب ہے' دوسرے یہ کہ وہ مجیب ہے' دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور جواب دیتا ہے' وہ بالاتر تو ہے' مگر اس کے باوجود وہ بہت قریب ہے۔ تم میں سے ہر شخص اس تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ ہر وقت اور ہر جگہ سرگوشی کر سکتا ہے۔ خفیہ اور علانیہ اس کے ساتھ باتیں کر سکتا ہے۔ وہ بذات خود اپنے بندے کے سوالوں کا جواب دیتا ہے۔ اس سلطانِ کائنات کا دربار ہر وقت کھلا ہے۔ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ وہ معبود حقیقی ہر وقت بیدار و خبردار رہتا ہے۔ تم ہی احمق ہو کہ اس تک رسائی کے لیے وسیلے اور واسطے ڈھونڈ رہے ہو۔ وہ تو اعلان کرتا ہے:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى وَلْيُؤْمِنُوا۟ بِى لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ ﴾ (البقرة۲/ ۱۸۶)

''اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں' تو (انہیں بتا دو کہ) میں ان کے قریب ہی ہوں' پکارنے والا جب مجھے پکارے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں' لہٰذا انہیں چاہیئے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں' تاکہ وہ راہ راست پر آ جائیں۔''

اگرچہ تم مجھے آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے' حواس سے محسوس کر سکتے ہو' پھر بھی تم مجھے دور نہ سمجھو۔ میں اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہوں کہ جب وہ چاہے مجھ سے مخاطب ہو سکتا ہے۔ دل ہی دل میں مجھ سے باتیں کر سکتا ہے' میں سنتا ہوں' بلکہ فیصلہ بھی صادر کر دیتا ہوں۔ اور جنہیں تم نے غلطی سے کارساز یا سفارشی سمجھ رکھا ہے ان کے پاس تمہیں چل کر جانا پڑتا ہے وہ بھی بے سودا میرے پاس آنے کے لیے کوئی سفر ہے' نہ انتظار۔ وسیلہ یا واسطہ تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ارشاد ہوا:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِۦ نَفْسُهُۥ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

ٱلْوَرِيدِ ﴿١٦﴾ (ق: ٥٠/ ١٦)

"اور تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں کہ اس کے دل میں کیا کیا خیالات پیدا ہوتے ہیں اور ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔"

جن پر تم بھروسہ کرتے ہو وہ تو اپنا آپ بھی برقرار نہ رکھ سکے۔ بچپن' جوانی' بڑھاپا' نیند اور کمزوری' یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو موت سے بھی نہ بچا سکے' مگر:

﴿ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْحَيُّ ٱلْقَيُّومُ ﴾ (البقرة٢/ ٢٥٥)

"اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی الٰہ (حقیقی) نہیں' وہ زندہ اور ساری کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔"

وہ جن پر تم بھروسہ کیے ہوئے ہو وہ تو زندگی میں بھی سوتے تھے اور اب ان پر موت وارد ہو چکی ہے۔ مگر اللہ:

﴿ لَا تَأْخُذُهُۥ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ ﴾ (البقرة٢/ ٢٥٥)

"اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔"

وہ اعلان کرتا ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (غافر ٤٠/ ٦٠)

"تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو' میں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں۔"

جن پر تم بھروسہ کیے ہوئے ہو انہوں نے کبھی ایسا کوئی اعلان نہیں کیا' کبھی کوئی دعویٰ کیا نہ وعدہ۔

قوم ثمود سے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ يَٰقَوْمِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ وَٱسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَٱسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّى قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ (هود١١/ ٦١)

"اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں' وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور یہاں آباد کیا' تم اس سے معافی چاہو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ' بے شک میرا رب قریب ہے اور دعاؤں کو قبول کرنے والا

ہے۔"

مشرکین خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی بات کو دلیل بنا کر فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی نے زمین کے بے جان مادوں کو ترکیب دے کر تمہیں انسانی وجود بخشا اور اسی نے زمین میں آباد کیا تو پھر اس کے سوا کسی دوسرے کو یہ حق کیسے حاصل ہو گیا کہ اس کی بندگی و پرستش کی جائے۔ تم اس جرم کی معافی مانگو تو وہ معاف کر دے گا' تم پر موجود نعمتوں کے علاوہ مزید نعمتیں نازل ہوں گی۔

کافر تو ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں:

﴿ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾ ﴾ (البقرة٢/ ٢١٢)

"کفر کرنے والوں کے لیے دنیا کی زندگی بڑی محبوب و دل پسند بنا دی گئی ہے ایسے لوگ ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں' مگر قیامت کے روز پرہیزگار ان کے مقابلے میں عالی مقام ہوں گے۔ رہا رزق دینا تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے جسے چاہتا ہے بے حساب دے دیتا ہے۔"

آپ شک میں نہ پڑیں:

﴿ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ﴿١٠٩﴾ ﴾ (هود١١/ ١٠٩)

"تو ان معبودوں کی طرف سے کسی شک میں نہ رہ جن کی عبادت یہ لوگ کر رہے ہیں' یہ تو اسی طرح پوجا کیے جا رہے ہیں جس طرح پہلے سے ان کے آباء و اجداد کرتے آ رہے تھے اور بلاشبہ ہم انہیں ان کا حصہ پورا پورا بغیر کسی کمی کے دینے والے ہیں۔"

کوئی معقول شخص اس شک میں نہ پڑے کہ جو لوگ شرک کر رہے ہیں انہوں نے ان معبودوں میں کچھ تو دیکھا ہو گا جو ان کی عبادت کرتے' ان سے دعائیں مانگتے اور نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ یاد رکھیں یہ سب کسی علم' مشاہدے یا تجربے کی بنا پر نہیں کر رہے بلکہ

یہ صرف اندھی تقلید کی بنا پر کرتے جا رہے ہیں اور سراسر اپنے وہم و گمان کی پیروی کر رہے ہیں۔

نعمتیں ہم نے دیں مگر یہ دوسروں کے گرویدہ ہو گئے: ارشادِ الٰہی پر غور کریں:

﴿ أَمْ لَهُمْ ءَالِهَةٌ تَمْنَعُهُم مِّن دُونِنَا ۚ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُم مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴿٤٣﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هَٰٓؤُلَآءِ وَءَابَآءَهُمْ حَتَّىٰ طَالَ عَلَيْهِمُ ٱلْعُمُرُ ۗ أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِى ٱلْأَرْضَ نَنقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَآ ۚ أَفَهُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ﴿٤٤﴾ ﴾ (الأنبياء ۲۱/ ٤٣-٤٤)

''کیا یہ کچھ ایسے الٰہ رکھتے ہیں جو ہمارے مقابلے میں ان کی حمایت کریں؟ وہ تو خود اپنی مدد کر سکتے ہیں نہ ہماری تائید ان کو حاصل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اور ان کے باپ دادا کو ہم زندگی کا سروسامان دیتے رہے' یہاں تک کہ ان کی عمریں گزر گئیں مگر کیا انہیں نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو مختلف سمتوں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں؟ پھر کیا یہ غالب آ جائیں گے؟''

ہر طرف ایک غالب طاقت کی کارفرمائی کے آثار دیکھنے میں آتے ہیں' کبھی قحط' کبھی وبا' کبھی سیلاب' کبھی زلزلے کی شکل میں بلا آ جاتی ہے جو انسان کے سب کیے دھرے پر پانی پھیر دیتی ہے' پیداوار گھٹ جاتی ہے' بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں' انسان اپنی ساری کوشش کے باوجود ان کو روک نہیں سکتا۔

وہم کی پیروی کرتے ہیں:

﴿ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ ٱلظَّنَّ لَا يُغْنِى مِنَ ٱلْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ ﴾ (یونس ۱۰/ ۳٦)

''اور اکثر لوگ محض قیاس و گمان کی پیروی کرتے ہیں' حالانکہ گمان حق کی جگہ کچھ کام نہیں آتا۔''

جن لوگوں نے مذاہب بنائے' فلسفے تصنیف کیے' زندگی کے قوانین تجویز کیے وہ سب کچھ قیاس و گمان پر کیا۔ پیروی کرنے والوں نے بھی یہ سمجھ کر اتباع کی کہ یہ بڑے بڑے لوگ اور ہمارے باپ دادا تو غلط نہیں ہو سکتے' یہ سب فرض کر لیا جبکہ ظن کا کوئی وزن نہ

ہو گا۔

انسان کا کارنامۂ زندگی دو پہلوؤں پر تقسیم ہو گا' مثبت اور منفی پہلو۔ مثبت پہلو میں حق کو جاننا' ماننا اور حق کی پیروی کرنا شمار ہو گا' آخرت میں سب سے قیمتی چیز یہی ہو گی۔ حق سے غافل ہو کر اپنی' دوسرے انسانوں کی اور شیطان کی خواہش پر چلنا منفی پہلو ہو گا۔ آخرت میں انسان کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہو گا کہ اس کا کارنامۂ زندگی کا مثبت پہلو اس کے منفی پہلو پر غالب ہو' ورنہ دیوالیہ پن ہو گا۔ اکثریت اور باپ دادا کی پیروی سوچ سمجھ کر کریں۔

اکثریت کی پیروی لے ڈوبے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي ٱلْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿١١٦﴾ ﴾ (الأنعام٦/ ١١٦)

''اگر تم زمین پر بسنے والوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو گے تو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے' وہ تو محض وہم و گمان پر چلتے ہیں اور قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔''

قارئین کرام! کسی طالب حق کو یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اکثریت کس راہ پر چلتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اکثریت کے عقائد اور اصول زندگی سب کے سب قیاس پر مبنی ہوتے ہیں۔ طالب حق کو وہ راہ اختیار کرنی چاہیے جو اللہ نے خود بتائی ہے' خواہ وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے۔

اللہ کی بتائی ہوئی راہ کہاں ہے؟: ارشاد باری تعالیٰ پر غور کریں:

﴿ وَلَقَدْ جِئْنَٰهُم بِكِتَٰبٍ فَصَّلْنَٰهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ ﴾

(الأعراف٧/ ٥٢)

''اور بتحقیق ہم ان کے پاس ایک ایسی کتاب لائیں ہیں جسے ہم نے علم کی بنا پر مفصل بنایا ہے' وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔''

یعنی اس کتاب میں خالص علم کی بنیاد پر زندگی کے درست رویے اور اصول بتائے گئے ہیں' وہم و گمان اور قیاس کی بنیاد پر نہیں۔ دنیا میں اس کتاب پر عمل کرنے والوں کی زندگی

میں جو انقلاب رونما ہوتا ہے وہ بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ کتاب' اللہ کی طرف سے ہے' مگر تفرقہ پردازوں نے کتاب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَمَآ أَنزَلْنَا عَلَى ٱلْمُقْتَسِمِينَ ۝٩٠ ٱلَّذِينَ جَعَلُوا۟ ٱلْقُرْءَانَ عِضِينَ ۝٩١ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝٩٢ عَمَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝٩٣ ﴾

(الحجر ۱۵/ ۹۰-۹۳)

"(اور ہم ان کفار پر اسی طرح عذاب نازل کریں گے) جس طرح ان قسمیں کھانے والوں پر نازل کیا جنہوں نے قرآن کو (کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا۔ پس تیرے رب کی قسم ہے! ہم ان سب سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور پوچھیں گے۔"

ان کے بعد مالِ دنیا کے طالب آئے:

﴿ فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَـٰذَا ٱلْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُۥ يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَـٰقُ ٱلْكِتَـٰبِ أَن لَّا يَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلْحَقَّ وَدَرَسُوا۟ مَا فِيهِ ۗ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۶۹)

"پھر اگلی نسلوں کے بعد ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جو کتاب الٰہی کے وارث ہو کر بھی اسی دنیائے ناپائیدار کے فائدے سمیٹتے رہے اور کہتے آئے کہ ہمیں ضرور معاف کر دیا جائے گا' اور اگر اسی جیسا فائدہ پھر سامنے آئے تو پھر لپک کر اسے لے لیتے' کیا ان سے کتاب کا عہد نہیں لیا جاچکا ہے کہ اللہ کے نام پر حق کے سوا کوئی بات نہیں کریں گے؟ اور یہ خود بھی پڑھ چکے ہیں کہ کتاب میں کیا لکھا ہے۔"

گویا کتاب پڑھ لینے کے باوجود اس بھروسے پر گناہ کیے چلے جاتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہماری بخشش ہو ہی جائے گی' کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہیں اور بزرگوں کے دامن گرفتہ ہیں۔ اسی مفروضے پر گناہ کرنے پر شرمندہ بھی نہیں ہوتے اور توبہ بھی نہیں کرتے' بلکہ پھر جب گناہ کا وقت ملتا ہے تو پھر وہی کچھ کرتے ہیں۔ یہ بدنصیب اس کتاب کے وارث ہوئے جو انہیں دنیا کا امام بنانے والی تھی' مگر انہوں نے اس نسخۂ کیمیا کو حقیر دنیا کا مال

کمانے سے آگے کچھ نہ سمجھا۔ عدل و انصاف کے علمبردار بننے کی بجائے دنیائے فانی کے طالب بن گئے۔

قارئین کرام! یہ ذکر تو بنی اسرائیل کا ہو رہا ہے، مگر ہمیں بھی غور کی دعوت دیتا ہے، کہیں ہم بھی تو ویسا ہی نہیں کر رہے، سوچیں اور سمجھیں۔ دوسروں کے پیچھے نہ چلتے جائیں جواب تو اپنا اپنا اور خود دینا ہو گا، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

﴿ وَمَا يَتَّبِعُ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ شُرَكَآءَ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ ﴾ (یونس ۱۰/ ٦٦)

"اور جو لوگ اللہ کے سوا (اپنے خودساختہ) شریکوں کو پکارتے ہیں وہ نرے وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں۔"

قرآن کریم ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ مشرکین کے وہم و گمان، جوگیوں کے مراقبے کا ڈھونگ، فلسفیوں کے قیاس، سائنس دانوں کے اندازے اور تخمینے دیکھو۔ پھر کائنات میں جو نشانات تمہارے مشاہدے اور تجربے میں آتے ہیں ان پر غور کرو تو حقیقت کے قریب ہو جاؤ گے۔

شرک نیک اعمال کو کھا جاتا ہے: قارئین کرام! شرک انسان کے کردار کا ایک ایسا فعل ہے جو بحر و بر میں فساد کا موجب ہے، بنی نوع انسان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا اور برا فعل ہے کہ انسان کے تمام نیک اعمال کو بھی بے وقعت کر دیتا ہے کیونکہ یہ گناہ کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ایک ارشاد پر غور فرمالیں:

﴿ وَلَقَدْ أُوحِىَ إِلَيْكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْخَـٰسِرِينَ ﴿٦٥﴾ ﴾ (الزمر۳۹/ ٦٥)

"اور تحقیق آپ کی طرف اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے وحی کر دی گئی ہے کہ اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال برباد کر دیے جائیں گے اور تم خسارے میں پڑ جاؤ گے۔"

نبی بھی اگر شرک کریں تو ان کے اعمال بھی غارت ہو جائیں گے: ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ ءَاتَيْنَٰهَآ إِبْرَٰهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِۦ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَٰتٍ مَّن نَّشَآءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَٰرُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَٰعِيلَ وَٱلْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ ءَابَآئِهِمْ وَذُرِّيَّٰتِهِمْ وَإِخْوَٰنِهِمْ ۖ وَٱجْتَبَيْنَٰهُمْ وَهَدَيْنَٰهُمْ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾ ذَٰلِكَ هُدَى ٱللَّهِ يَهْدِى بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا۟ لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحُكْمَ وَٱلنُّبُوَّةَ ۚ ﴾ (الأنعام٦/ ٨٣-٨٩)

”یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کی قوم کے مقابلے میں عطا کی تھی، ہم جسے چاہتے ہیں بلند مرتبے عطا کرتے ہیں، حق یہ ہے کہ تمہارا رب نہایت دانا اور جاننے والا ہے۔ اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) عطا کیے اور ہر ایک کو راہ راست دکھائی ان سے پہلے نوح (علیہ السلام) کو بھی ہدایت دی اور اس کی نسل سے ہم نے داود، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو (ہدایت دی)، اسی طرح ہم نیکو کاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دیتے ہیں۔ (اسی کی اولاد سے) زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام) کو (راہ یاب کیا)، یہ سب کے سب صالح لوگ تھے۔ (اسی کے خاندان سے) اسماعیل، یسع، یونس اور لوط (علیہم السلام) کو (راستہ دکھایا) اور ان سب کو دنیا والوں پر فضیلت عطا کی۔ اور ان کے آباؤ اجداد، ان کی اولاد اور ان کے بھائی بندوں میں سے بہتوں کو ہم نے نوازا اور انہیں (اپنی طرف سے) منتخب کر لیا اور ان کو سیدھی راہ پر ہدایت بخشی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔

اور اگر ان لوگوں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کارنامۂ حیات غارت ہو جاتا۔
حالانکہ یہ ایسے لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب' حکم اور نبوت عطا کی تھی۔"

قارئین کرام! ارشاد ہوا ہے کہ جس شرک میں تم مبتلا ہو اگر اتنی برگزیدہ شخصیتیں بھی شرک کرتیں تو یہ مرتبے ان کو ہرگز نہ ملتے۔ امامِ ہدایت' امام المتقین اور خیر و فلاح کے سرچشمہ ہونے کا مقام نہ پا سکتے۔ ان کو ہم نے کتاب' اس کا فہم' اس کے مطابق زندگی ڈھالنے کی صلاحیت' مسائل زندگی کے لیے فیصلہ کن رائے قائم کرنے کی قابلیت اور مقام نبوت یعنی انسانیت کی رہنمائی کرنے کا مقام جو ہم نے عطا کیا ہے وہ ان کو نہ ملتا اور آج مرجع خلق اور عقیدتوں کا مرکز نہ ہوتے۔

جن معبودان باطلہ کو پکارا جاتا ہے: ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ جو خود نیک تھے' لوگوں کو نیکی کا درس دیتے رہے کبھی معبود بننا پسند نہ کیا' حد بندگی سے کبھی تجاوز نہ کیا اور شرک سے ہمیشہ روکتے رہے' وفات کے بعد لوگوں نے ان کو معبود بنا لیا۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو زندگی بھر طاغوت بنے رہے اور موت کے بعد بھی ان کی پوجا ہوتی رہی۔ یہ تمام معبودان باطلہ مشرکین کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾ ﴾ (یونس ۱۰/ ۲۸۔۳۰)

"اور جس دن ہم ان سب کو ایک ساتھ اکٹھا کریں گے' پھر ان لوگوں سے کہیں گے جو شرک کرتے ہیں کہ تم بھی اور تمہارے بنائے ہوئے شریک بھی ٹھہر جاؤ' پھر ہم ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے بنائے ہوئے شریک کہیں گے کہ تم تو ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی

بطور گواہ کافی ہے کہ ہم تمہاری اس عبادت سے یقیناً بے خبر تھے۔ وہ وقت ہو گا جب ہر کوئی اپنے کیے کا مزہ چکھ لے گا' سب کو اپنے حقیقی مالک کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑے تھے گم ہو جائیں گے۔"

وہ دن جو ہمارے ایمان کی جڑ اور بنیاد ہے' یعنی قیامت کا اور حساب و کتاب کا دن' اس دن عابد اور خیالی معبود آمنے سامنے کھڑے ہوں گے۔ مشرکین کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کو ہم پکارا کرتے تھے۔ اور وہ بزرگ جن کی بندگی کی جاتی رہی ہو گی ان کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے ہمیں معبود بنا رکھا تھا۔ اس وقت وہ تمام فرشتے' جن' ارواح' بزرگ' انبیاء' اولیاء اور شہداء جن کی پوجا ہوتی رہی ہو گی صاف کہہ دیں گے کہ تمہاری کوئی عبادت' دعا' التجا' پکار' فریاد' نذرونیاز' چڑھاوا' مدح' چاپ' سجدہ' طواف اور آستانہ بوسی ہم تک نہیں پہنچی۔ ہم تمہاری ان سب حرکتوں سے بے خبر ہیں۔

بزرگوں کی جواب طلبی ہو گی:

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَقُولُ ءَأَنتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِى هَٰٓؤُلَآءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا۟ ٱلسَّبِيلَ ﴿١٧﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ مَا كَانَ يَنۢبَغِى لَنَآ أَن نَّتَّخِذَ مِن دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَآءَ وَلَٰكِن مَّتَّعْتَهُمْ وَءَابَآءَهُمْ حَتَّىٰ نَسُوا۟ ٱلذِّكْرَ وَكَانُوا۟ قَوْمًۢا بُورًا ﴿١٨﴾ فَقَدْ كَذَّبُوكُم بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَلَا نَصْرًا﴾ (الفرقان ۲۵/ ۱۷-۱۹)

"وہ دن ہو گا جب عابدوں اور اللہ کے سوا معبودوں کو اللہ جمع کرے گا پھر ان سے کہے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی گمراہ تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ تیری ذات تو پاک ہے' ہم کو تو خود یہ بات زیب نہیں دیتی تھی کہ تیرے سوا کسی کو کارساز بنا لیتے' مگر تو نے خود ہی ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو فائدے دیئے' یہاں تک کہ یہ تیرا ذکر بھلا کر ایک ہلاک ہونے والی قوم ہو گئے۔ (اے مشرکو!) انہوں نے تمہاری بات میں تمہیں جھوٹا قرار دیا' اب تم اللہ کے عذاب کا رخ نہ پھیر سکو گے اور نہ کسی سے مدد لے سکو گے۔"

میرے عزیز آیئے! آگے پڑھیں اور شیطان کے چکر سے باہر نکلیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا ذکر کر کے بات سمجھائی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جواب طلبی:

﴿وَإِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَـٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَـٰنَكَ مَا يَكُونُ لِىٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِى بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُۥ فَقَدْ عَلِمْتَهُۥ ۚ تَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِى وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِى نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّـٰمُ ٱلْغُيُوبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَآ أَمَرْتَنِى بِهِۦٓ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴿١١٧﴾﴾ (المائدة٥/ ١١٦-١١٧)

”اور جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا کارساز بنالینا؟ تو وہ جواب دیں گے کہ تیری ذات پاک ہے' مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں وہ بات کہوں جس کا حق مجھے نہیں پہنچتا' اگر میں نے کہا بھی ہوتا تو تجھے علم ہوتا' کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا' بے شک تو غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ میں نے تو انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا تھا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا' وہ یہ کہ اللہ کی عبادت کرو' جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے' جب تک میں ان میں رہا ان پر گواہ رہا پھر جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھالیا تو ان کا نگہبان تو ہی تھا' ہر چیز کی خبر رکھنے والا تو تو ہی ہے۔“

قارئین کرام! اب تو مان لیں کہ بت بزرگوں کے بنائے جاتے ہیں' جب لوگ بت یا قبر کی پوجا کرتے ہیں تو مقصود وہ بزرگ ہوتا ہے جس کی قبر ہو یا جس سے بت منصوب کیا گیا ہو۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام کے بت گرجوں میں موجود ہیں۔ پرندوں اور درندوں کے بت بھی اسی نسبت سے بنائے جاتے ہیں۔ توبہ کر لو' اللہ معاف کرنے والا ہے۔

فرشتوں کی جواب طلبی: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَـٰٓئِكَةِ أَهَـٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟ سُبْحَـٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ ﴾ (سبا٣٤/ ٤٠-٤١)

"اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری بندگی کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ آپ کی ذات پاک ہے' ہمارا تعلق تو آپ کی ذات سے ہے' نہ کہ ان سے' بلکہ یہ لوگ تو جنوں کی بندگی کرتے تھے' ان میں اکثر انہی پر ایمان رکھتے تھے۔"

یہاں جن سے مراد شیطان ہیں۔ ذرا اس غلط فہمی کو ذہن سے نکالیں کہ شرک بتوں کی پوجا کو کہا جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ شرک بزرگ پرستی' قبر پرستی' شخصیت پرستی اور رواج پرستی کا نام ہے' بت ہو یا نہ ہو' قبر ہو یا نہ ہو۔

شرک کے علمبردار: قارئین کرام! قیامت کا دن روز احتساب ہو گا' بڑے بڑے لوگ بھی سہمے ہوئے ہوں گے۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا میں اپنے ماننے والوں کی غلط رہنمائی کی ہوگی وہ اپنے عقیدت مندوں سے چھپتے پھریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا حال یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ إِذْ تَبَرَّأَ ٱلَّذِينَ ٱتُّبِعُوا۟ مِنَ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوا۟ وَرَأَوُا۟ ٱلْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوا۟ لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا۟ مِنَّا ۗ كَذَٰلِكَ يُرِيهِمُ ٱللَّهُ أَعْمَـٰلَهُمْ حَسَرَٰتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُم بِخَـٰرِجِينَ مِنَ ٱلنَّارِ ﴿١٦٧﴾ ﴾ (البقرة٢/ ١٦٦-١٦٧)

"(اس دن کو یاد رکھو) جب رہنما و رہبر' پیر و مرشد اپنے پیروکاروں' مریدوں اور فرمانبرداروں سے بے تعلقی ظاہر کریں گے اور عذاب سامنے دیکھ رہے ہوں گے اور آپس کے روابط منقطع ہو جائیں گے۔ اور وہ لوگ جو دنیا میں ان کی پیروی کرتے تھے' کہیں گے کہ کاش! اگر ایک بار پھر ہمیں دنیا میں جانے دیا جائے تو ہم بھی ان سے اسی طرح بے زار ہوں گے جس طرح آج یہ ہم سے بے زار ہو چکے

ہیں' یوں ہی اللہ ان کو ان کے اعمال حسرتیں بنا کر دکھائے گا مگر وہ کسی طرح آگ سے نہ نکل سکیں گے۔"

قارئین کرام! آج ہم جن لوگوں کی دکانداری چمکانے میں ہر قربانی کرتے ہیں' جن کے دامن گرفتہ ہونے پر ہمیں یوں فخر و یقین ہے گویا ان کے آستانوں کی رونق ہی ہم ہیں' جن کے زندہ باد کے نعرے ہم لگاتے ہیں' جن کو نذرانے اگر ہم نہ دیں تو وہ دیوالیے ہو جائیں' وہ یوں ساتھ چھوڑ دیں گے' جیسے وہ پہچانتے ہی نہیں' وہ دن اتنا شدید ہو گا:

﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِي ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ ٱلذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِي ۗ وَكَانَ ٱلشَّيْطَٰنُ لِلْإِنسَٰنِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ ٱلرَّسُولُ يَٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِي ٱتَّخَذُوا۟ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا ﴿٣٠﴾ ﴾ (الفرقان ٢/ ٢٧-٣٠)

"جس دن ظالم (فرط غم سے) اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کر کھائے گا اور کہے گا: ہائے افسوس! میں رسول کا بتایا ہوا راستہ اختیار کرتا۔ ہائے افسوس! میں فلاں کو دوست نہ بناتا۔ میرے پاس ذکر آ جانے کے باوجود اس نے مجھے اس (ذکر) سے گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کو موقع پر دغا دینے والا ہے۔ اور رسول (اللہ ﷺ سفارش کرنے کی بجائے) فرما دیں گے: اے میرے پروردگار! میری قوم نے تو اس قرآن کو چھوڑے رکھا تھا۔"

قارئین کرام! گندم نما جو فروش رہنماؤں اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید سے توبہ کر لیں۔ یاد رکھیں: جواب آپ نے خود دینا ہے۔ دوسرے لوگوں کے سزا یافتہ ہونے سے کوئی غلط کار اپنے اعمال کی ذمہ داری سے نہ بچ سکے گا۔ لیجئے! یہ کیفیت بھی دیکھ لیں۔ سورۃ الاعراف کی آیات پر غور فرمائیں۔

﴿ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوٓا۟ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ ۖ قَالُوا۟ ضَلُّوا۟ عَنَّا وَشَهِدُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا۟ كَٰفِرِينَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ٱدْخُلُوا۟ فِىٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ فِى ٱلنَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ

لَّعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰٓ إِذَا ٱدَّارَكُواْ فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَىٰهُمْ لِأُولَىٰهُمْ ﴾
(الأعراف۷/ ۳۷۔۳۸)

"..... یہاں تک کہ جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان نافرمان لوگوں کے پاس ان کی روحیں قبض کرنے پہنچیں گے تو ان سے سوال کریں گے: وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے' وہ جواب دیں گے کہ وہ تو سب ہم سے غائب ہو گئے' اس طرح وہ اپنی ہی جانوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کفر کرتے رہے تھے۔ حکم ہو گا کہ تم بھی ان جنوں اور انسانوں کے ساتھ واصل جہنم ہو جاؤ جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں' جب ایک گروہ داخل جہنم ہو گا تو اپنے جیسے دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا' یہاں تک کہ اس میں سب کے سب اکٹھے ہو جائیں گے' تو بعد میں آنے والے لوگ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے بارے میں کہیں گے۔

﴿ رَبَّنَا هَٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّونَا فَـَٔاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ ٱلنَّارِ ۖ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِن لَّا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ أُولَىٰهُمْ لِأُخْرَىٰهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ فَذُوقُواْ ٱلْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٣٩﴾ ﴾ (الأعراف۷/ ۳۸۔۳۹)

"اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا' ان کو آگ کا دگنا عذاب دے' حکم ہو گا کہ سب کے لیے عذاب دوگنا ہی ہے' مگر تم نہیں جانتے۔ پھر پہلے گزرے ہوئے لوگ بعد میں آنے والوں سے کہیں گے کہ تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں آج اپنے کیے ہوئے کا مزا چکھو۔"

یوم حساب مجرم کی خواہش ہو گی کہ کسی طرح میری خلاصی ہو جائے خواہ ساری دنیا پھنس جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ رَبَّنَآ أَرِنَا ٱلَّذَيْنِ أَضَلَّانَا مِنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ ٱلْأَسْفَلِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ (فصلت۴۱/ ۲۹)

"کفر کرنے والے کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ دکھا دے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا' تاکہ ہم ان کو پاؤں تلے روند ڈالیں اور

وہ ذلیل ہو جائیں۔"

وہ مزید کہیں گے:

﴿ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا ٱللَّهَ وَأَطَعْنَا ٱلرَّسُولَا۠ ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا۟ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠ ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ ءَاتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ ٱلْعَذَابِ وَٱلْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾ ﴾ (الأحزاب ٣٣/ ٦٦-٦٨)

"ہائے افسوس! ہم نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سیدوں اور بڑوں کی اطاعت کی' انہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے رب! ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر سخت لعنت کر۔"

مزید حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلظَّٰلِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ٱلْقَوْلَ يَقُولُ ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ لِلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ لَوْلَآ أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ لِلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوٓا۟ أَنَحْنُ صَدَدْنَٰكُمْ عَنِ ٱلْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَآءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ ٱسْتُضْعِفُوا۟ لِلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوا۟ بَلْ مَكْرُ ٱلَّيْلِ وَٱلنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَآ أَن نَّكْفُرَ بِٱللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُۥٓ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا۟ ٱلنَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ﴾ (سبأ ٣٤/ ٣١-٣٣)

"کاش تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے' وہ اس وقت ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوں گے' کمزور اور دبے ہوئے لوگ زور آور اور متکبروں سے کہہ رہے ہوں گے: اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے۔ متکبر لوگ کمزوروں کو جواب دیں گے کہ کیا ہدایت تمہارے پاس آچکنے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا؟ بلکہ تم تو خود ہی مجرم تھے۔ پھر کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے کہ تم ہی تو تھے جو شب و روز ہمارے ساتھ مکاریاں کرتے رہے۔ ہمیں اللہ کے ساتھ کفر کرنے کا اور اس کے شریک بنانے کا حکم دیتے تھے'

یوں یہ دونوں فریق عذاب دیکھ کر اپنی اپنی شرمندگی چھپائیں گے۔"

حکم ہو گا:

﴿ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٢﴾ مِن دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوهُمْ ۖ إِنَّهُم مَّسْئُولُونَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿٢٦﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٧﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿٢٨﴾ قَالُوا بَل لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٢٩﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ ۖ بَلْ كُنتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ ﴿٣٠﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ إِنَّا لَذَائِقُونَ ﴿٣١﴾ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ ﴿٣٢﴾ ﴾ (الصافات٣٧/ ٢٢-٣٢)

"اکٹھا کرو ان ظالموں کو' ان کے ساتھیوں کو اور ان کو جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ ان کو دوزخ کی راہ دکھا دو۔ روکو ان کو! ان سے سوال کیے جانے والے ہیں تم کو کیا ہو گیا ہے' اب ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ بلکہ اس روز تو وہ نہایت ہی فرمانبردار بن جائیں گے۔ پھر وہ ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر پوچھیں گے اور کہیں گے کہ تم ہی تو تھے جو ہم پر زور دکھاتے ہوئے چڑھے آتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ تم تو خود ہی بے ایمان تھے۔ ہمیں تم پر کچھ غلبہ نہ تھا' بلکہ تم تو خود باغی تھے۔ آج ہمارے پروردگار کا فرمان ہم پر صادق آ گیا ہے' ہم مبتلائے عذاب ہیں۔ ہم نے تمہیں بہکایا کیونکہ ہم خود بھی بہکے ہوئے تھے۔"

مزید کہیں گے:

﴿ لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ ۖ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِن مَّحِيصٍ ﴿٢١﴾ وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ۖ مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ ﴾ (ابراهيم١٤/ ٢١-٢٢)

''اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم بھی تمہیں ہدایت کرتے' آج ہم صبر کریں یا بے قرار ہوں سب برابر ہے' ہمارے بھاگ نکلنے کی بھی کوئی جگہ نہیں۔ اور جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا' میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا' مگر میں وعدہ خلافی کرتا ہوں' مجھے تم پر کوئی غلبہ حاصل نہیں تھا' سوائے اس کے کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے قبول کر لی' آج تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو' آج نہ میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں نہ تم میری' تم مجھے جو شریک بناتے رہے ہو میں اس سے انکار کرتا ہوں' بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

یوں عابد و معبود' رہبر و پیشوا جہنم میں چلے جائیں گے۔ وہاں بھی ان کا حال اللہ تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَإِذْ يَتَحَآجُّونَ فِي ٱلنَّارِ فَيَقُولُ ٱلضُّعَفَٰٓؤُاْ لِلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوٓاْ إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ ٱلنَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسْتَكْبَرُوٓاْ إِنَّا كُلٌّ فِيهَآ إِنَّ ٱللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ ٱلْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ ٱلَّذِينَ فِي ٱلنَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ٱدْعُواْ رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ ٱلْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوٓاْ أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُم بِٱلْبَيِّنَٰتِ قَالُواْ بَلَىٰ قَالُواْ فَٱدْعُواْ وَمَا دُعَٰٓؤُاْ ٱلْكَٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَٰلٍ ﴿٥٠﴾ ﴾

(المومن ٤٠/ ٤٧-٥٠)

''اور جب وہ آگ میں پڑے جھگڑ رہے ہوں گے' کمزور لوگ متکبر لوگوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے فرمانبردار تھے' کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو؟ تو متکبر جواب دیں گے کہ ہم سب یہاں ایک حال میں ہیں اور اللہ نے بندوں کا فیصلہ ہی کر دیا ہے۔ اہل دوزخ جہنم کے چوکیداروں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارا عذاب کم کر دے۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے رسول تمہارے پاس صاف صاف دلائل لے کر نہ آئے تھے؟ وہ کہیں

گے کہ آئے تو تھے' پھر وہ جواب دیں گے کہ اب تم خود ہی دعا کر لو' مگر ظالموں کی دعائیں اکارت ہی جاتی ہیں۔"

قارئین کرام! زندگی ہی میں سوچنا ضروری ہے' کیا آپ کے پاس کوئی جواب ہے اگر رسول اللہ ﷺ ہی ہماری حرکات کی وجہ سے سفارش کرنے سے انکار کر دیں تو ہم کدھر جائیں گے؟ خود بتاؤ' کیا ہم نے قرآن کو چھوڑ نہیں دیا؟ کیا ہم خود غلط باتوں پر فریفتہ نہیں ہو گئے؟

بحر و بر میں فساد کی بنیادی وجہ شرک ہے۔ شرک تمام گناہوں کی جڑ اور بنیاد ہے کیونکہ شرک بندے کو گناہوں پر دلیر کر دیتا ہے' بندہ سمجھتا رہتا ہے کہ بزرگوں کی نذر و نیاز سے سب گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ بازاری عورتیں اور پیشہ ور ڈاکو وغیرہ' اللہ کے سامنے تو سجدہ ریز نہیں ہوتے' مگر مزاروں پر حاضری دیتے' سجدہ کرتے اور چڑھاوا ضرور پیش کرتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ شرک کی معافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفۡتَرَىٰٓ إِثۡمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ ﴾ (النساء ٤/ ٤٨)

"بلاشبہ اللہ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کرتا' اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔"

سورۂ نساء ہی کی آیت نمبر 116 میں یہی الفاظ ہیں آخر میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلَۢا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ ﴾ (النساء ٤/ ١١٦)

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔"

ان دو آیات میں خاص سمجھنے کی بات یہ ہے کہ توبہ سے حقوق العباد کے سوا تمام گناہ اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے' اسی طرح شرک کی بھی معافی ہے۔ اگر ایسا ہو جائے کہ کوئی شخص شرک بھی اور دوسرے گناہ بھی کر لے اور توبہ کیے بغیر مر جائے تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ دوسرے گناہ اگر چاہوں گا تو معاف کر دوں گا' مگر شرک کا وبال مشرک کے

1 / / 19

سر پر برقرار رہے گا' شرک کی سزا وہ ضرور بھگتے گا اور وہ سزا یہی ہے کہ وہ ہمیشہ عذاب جہنم سے دوچار رہے گا۔ اللّٰھم اعذنا منه۔

شرک کا حال اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ شرک دنیا میں بھی فساد کا باعث ہے اور آخرت میں وبال کا باعث۔ ہر صاحب ہوش و گوش سے گزارش ہے کہ توبہ میں دیر نہ کرے۔ ایک فرمان رسول ﷺ کا ترجمہ مولانا حالی رحمہ اللہ نے یوں کیا ہے:

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت

نیکی کے نام پر گناہ: انسان کا بدترین دشمن ابلیس ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو کر انسان کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ بہت مہربان ہے' اگر انسان سچی توبہ کر لے تو اس کے ساری زندگی کے گناہ معاف کر سکتا ہے' بلکہ اس کے گناہ نیکیوں میں تبدیل کر سکتا ہے' اس لیے وہ انسان سے ایسے گناہ کرواتا ہے جن کو انسان نیکی سمجھے' زندگی بھر اسی یقین کے ساتھ گزار دے کہ وہ نیکیاں کر رہا ہے' توبہ کے بغیر بارِ گناہ لے کر دنیا سے چلا جائے' دو گناہ ایسے ہیں جو انسان نیکیاں سمجھ کر کرتا رہتا ہے اور توبہ کے بغیر مرجاتا ہے' الا ماشاء اللہ۔ وہ ہیں: ① شرک ② بدعت۔

① شرک کو قرآن مجید میں ظلم عظیم کہا گیا ہے' اس کا انجام بھی گزشتہ اوراق میں بیان کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ مختصر ہے۔

② بدعت وہ بری بیماری ہے جو اعمال کو کھا جاتی ہے۔ شرک فی الرسالت کو بدعت کہا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت پر غور فرمائیں:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ١١٥﴾

(النساء٤/ ١١٥)

"اور جو کوئی رسول کی مخالفت پر کمر بستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے' حالانکہ اس پر ہدایت واضح بھی ہو چکی ہو' تو اسے ہم اسی طرف چلائیں گے جس طرف وہ خود پھر گیا' اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔"

اس سے اگلی آیت شرک کی برائی بیان کرتی ہے جو کہ پہلے ہی لکھی جا چکی ہے' مشرک اور بدعتی کبھی اپنے فعل کو گناہ نہیں سمجھتا' اس لیے اسے توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ دنیا میں فساد برپا کرنے والے انسانی افعال میں یہ بھی ہے' جو آخرت میں عذاب جہنم میں مبتلا کر دے گا۔

بدعت کی ایک مثال پیش ہے۔ پارہ 27 سورۃ الحدید کی آیت 26 اور 27 میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا ذکر فرما کر ان کی اولاد کا ذکر کیا' پھر فرمایا ان کے بعد بھی پے در پے رسول بھیجے پھر حضرت عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث فرما کر ان کو انجیل عطا کی' پھر فرمایا:

﴿ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ﴾

(الحدید ۵۷/ ۲۷)

"جن لوگوں نے اس کی پیروی کی ان کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کر لی' ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی خوشنودی کے پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔"

رافت سے مراد وہ رقت قلب ہے جو کسی کو تکلیف میں دیکھ کر کسی کے دل میں پیدا ہو' رحمت وہ جذبہ ہے جس کی وجہ سے وہ اس کی مدد کرے' عیسیٰ علیہ السلام نہایت رقیق القلب تھے۔ ان کے پیروؤں میں بھی یہ صفت پائی جاتی تھی' مگر رہبانیت' وہ بدعت تھی جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے انہوں نے نکال لی' اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ رہبانیت کا مطلب ہے خوف زدگی یعنی اپنے نفس کی کمزوریوں سے خوفزدہ ہو کر جنگلوں میں

جا بیٹھنا۔ لیکن اسلام میں ایسی رہبانیت کا کوئی تصور نہیں۔ صحیح بخاری میں ذکر ہے کہ ایک صاحب نے کہا: میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا' دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی ناغہ نہ کروں گا' تیسرے نے کہا: میں کبھی عورتوں سے تعلق واسطہ نہ رکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: ((مَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي)) "جس شخص نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔" (صحیح بخاری' کتاب النکاح' باب الترغیب فی النکاح' حدیث: ۵۰۶۳)

بلکہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلام کی رہبانیت جہاد ہے چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لِكُلِّ نَبِيٍّ رَهْبَانِيَّةٌ، وَرَهْبَانِيَّةُ هٰذِهِ الأُمَّةِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ»(مسند أحمد: ۳/ ۲٦٦)

"ہر نبی (اور اس کی امت) کی رہبانیت ہوتی ہے اور اس امت (محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔"

رہبانیت کی تاریخ اس قدر خوفناک ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں بھی بے شمار بدعات رائج ہیں' ان کے ذکر کے لیے الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ عیسائیوں نے ایسٹر اور کرسمس ایجاد کر لیے' مسلمانوں نے میلاد اور اس کا جلوس اختراع کر لیے' پیدائش پر عقیقہ چھوڑا اور سالگرہ ایجاد کی' اسی طرح ایصال ثواب کے طریقے خود ہی گھڑ لیے اور جو کوئی قرآن و سنت کی بات کرتا ہے اس کی مخالفت مول لے لی جاتی ہے۔ سچ کہا حالی نے ؎

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے — حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
فتاووں پہ بالکل مدارِ عمل ہے — ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی
خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

یہ خلاصہ ہے بدعات کا۔ اس لیے حکم ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓاْ أَعْمَٰلَكُمْ ﴿٣٣﴾ ﴾ (محمد ٤٧/ ٣٣)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے اعمال کو باطل نہ کر لینا۔"

یاد رہے کہ اعمال کے مفید ہونے کا انحصار اللہ اور رسول کی اطاعت پر ہے' اطاعت سے منحرف ہونے کے بعد کوئی عمل بھی عمل خیر نہیں رہتا جس کا اجر و ثواب ملنے کی امید دلائی گئی ہو۔ اللہ کریم کے ارشاد پر غور فرمائیں:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾ (النساء ٤/ ٦٤)

"ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن کے ساتھ اس کی اطاعت کی جائے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اس لیے نہیں آتا کہ بس اس کی رسالت پر ایمان لے آؤ پھر اطاعت جس کی چاہو کرتے رہو' بلکہ رسول کے آنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ جو اصول و قوانین وہ دے ان کی پیروی کی جائے' باقی تمام اصول و قوانین کو چھوڑ دیا جائے' اگر مرضی اپنی کرنی ہو تو رسول کو ماننا یا نہ ماننا برابر ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ﴾

(النساء ٤/ ٦٩)

"جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے' یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین' کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آ جائیں۔"

بدبختی کا علاج کیا ہے؟: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بحر و بر میں جو فساد برپا ہو گیا ہے اس کی وجہ انسان کی غلط کاریاں ہیں۔ افغانستان کی خانہ جنگی' کوسوو کا قتل عام' چیچنیا پر ظلم و ستم' فلسطین اور کشمیر پر جبری قبضہ' زلزلے' سیلاب اور خشک سالی کا عذاب مسلط کر دیا گیا ہے۔

کرۂ ارض کو اس وبا نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے' انسانیت سسک رہی ہے' اس کا کوئی تو علاج ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَنْزَلَ اللهُ دَاءً إِلاَّ أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً»(صحيح البخاري، الطب، باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء، ح:٥٦٧٨)

"اللہ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کا علاج نازل نہ کیا ہو۔"

مولانا حالی مسلمانوں کی زبوں حالی کی داستاں بیان کرتے ہوئے مسدس کے شروع میں لکھتے ہیں:

کسی نے بقراط سے جا کے پوچھا "مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا؟"
کہا "دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں
سبب یا علامت گر ان کو سجھائیں تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں یونہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں
طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ
یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ"

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے بھنور میں جہاز آ کے جس کا گھرا ہے
کنارہ ہے دور اور طوفاں بپا ہے گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے
نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی
پڑے سوتے ہیں' بے خبر اہل کشتی
گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

پر اُس قومِ غافل کی غفلت وہی ہے تنزل پہ اپنے قناعت وہی ہے
ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے ہوئی صبح اور خواب راحت وہی ہے
نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ
بہائم کی اور ان کی حالت ہے یکساں کہ جس حال میں ہیں اسی میں ہیں شاداں
نہ ذلت سے نفرت نہ عزت کا ارماں نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں
لیا عقل و دیں سے نہ کچھ کام انہوں نے
کیا دینِ برحق کو بدنام انہوں نے

جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کی معیشت تنگ ہو گی: اس آیت پر غور فرمائیں:

﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ ﴾ (طٰہٰ ۲۰/ ۱۲۴)

”اور جو بھی میرے ذکر سے منہ موڑے گا اس کے لیے دنیا میں معیشت تنگ ہو گی اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔“

ارشاد ربانی سے صاف ظاہر ہے کہ اس کی دنیا پرسکون ہے نہ آخرت۔ اس دنیا میں معیشت تنگ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تنگ دست ہی ہو گا بلکہ اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ اس کے لیے سکون کا فقدان ہو گا' ارب پتی اور ہفت اقلیم کا فرمانروا ہو کر بھی بے کلی اور بے چینی کا شکار ہو گا۔ دنیا میں اس کی کامیابیاں ہزاروں قسم کی ناجائز تدابیر کا نتیجہ ہوں گی۔ اپنے ضمیر اور ماحول سے اس کی ہمیشہ کش مکش رہے گی جو اسے ہمیشہ بے سکونی اور بے چینی میں مبتلا رکھے گی' غور کریں تو بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ آج ہماری ان مصیبتوں کی اصل وجہ کیا ہے' اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ اللہ کی یاد و شکریہ سے منہ موڑ لیا۔

ذکر سے مراد قرآن مجید بھی ہے اور اللہ کی حمد و شکر بھی' ان دونوں چیزوں سے غافل ہونے والوں میں وہ برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے وہ بدترین مخلوق قرار پاتے ہیں۔

مجھے ڈر ہے اے میرے ہم قوم یارو مبادا کہ وہ ننگ عالم تمہیں ہو
گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو تو جلدی سے اٹھو اور اپنی خبر لو
وگرنہ یہ قول آئے گا راست تم پر
کہ ہونے سے ان کا نہ ہونا ہے بہتر
رہو گے یونہی فارغ البال کب تک نہ بدلو گے یہ چال اور ڈھال کب تک
رہے گی نئی پود پامال کب تک نہ چھوڑو گے یہ بھیڑیا چال کب تک
بس اگلے فسانے فراموش کر دو
تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو (حالی رحمۃ اللہ علیہ)

تمام مصائب کا حل: کوتاہ نظر اور بے صبر لوگوں کو شیطان نے اس غلط فہمی میں ڈال رکھا ہے کہ سچائی' دیانتداری' پرہیزگاری اور رحم دلی کی روش اختیار کرنے سے آدمی کی آخرت چاہے بنتی ہو مگر دنیا بگڑتی ہے۔ حالانکہ کچھ بگاڑنا یا سنوارنا اسی اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے جس کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٩٧﴾ ﴾ (النحل١٦/ ٩٧)

"جو شخص نیک عمل کرے گا' خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو' اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق عطا کریں گے۔"

اس آیت کی صداقت پر ہر صاحب ہوش و گوش خود دیکھ سکتا ہے کہ جو لوگ ایماندار' پاکباز اور معاملے کے کھرے ہوں ان کی دنیاوی زندگی بے ایمان' بد معاملہ لوگوں سے بہتر ہوتی ہے' جو ساکھ اور عزت ان کو نصیب ہوتی ہے' جو ستھری اور پاکیزہ کامیابیاں ان کے حصے میں آتی ہیں اور جو ناموری ان کو ملتی ہے وہ اور لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ وہ بوریا نشین ہو کر بھی جس سکون اور اطمینان میں زندگی گزارتے ہیں' محلات کے مکین فاسقوں اور فاجروں کے حصے میں اس کا ادنیٰ حصہ بھی نہیں آتا۔

اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی رفع کرنا مقصود ہے جن کو شیطان کی اس بات پر یقین ہے کہ رحم دلی' راست بازی اور احساس ذمہ داری کا رویہ اختیار کرنے سے اس دنیا کی زندگی بگڑتی ہے' دنیا میں فاقہ مستی اور خستہ حالی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ گزشتہ بالا ارشاد الٰہی کا مطلب ہے کہ آخرت کے ساتھ یہ زندگی بھی سنورے گی بگڑے گی نہیں۔

دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں: مندرجہ ذیل آیت پر غور فرمائیں:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحْزَنُواْ وَأَبْشِرُواْ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَآؤُكُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِىٓ أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾ ﴾

(فصلت ٤١/ ٣٠-٣٢)

"یقیناً جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے' یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ "نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی' وہاں تم جو کچھ چاہو گے ملے گا اور ہر وہ چیز جس کی تم تمنا کرو گے وہ تمہاری ہو گی۔ یہ ہے سامانِ ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور و رحیم ہے۔""

یعنی اللہ والوں کا یہ طریقہ نہیں کہ اللہ کو بھی اپنا رب کہتے جائیں اور دوسروں کو بھی اپنا رب بناتے جائیں' بلکہ یہ عقیدۂ توحید قبول کر لینے کے بعد عملی زندگی میں بھی اس کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔ لومڑیوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے نہیں پھرتے۔

مصائب سے نمٹنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے: اس آیت میں غور کریں:

﴿ مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۗ وَمَن يُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١﴾ ﴾ (التغابن ٦٤/ ١١)

"اللہ کے اذن کے بغیر کبھی کوئی مصیبت نہیں آتی' جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو

اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔"

قارئین کرام! مصائب کے ہجوم میں انسان کو ثابت قدم رکھنے والی چیز صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے جو ڈگمگانے نہیں دیتا۔ آدمی عزم و ہمت کے ساتھ ہر آفت کا مقابلہ کرتا ہے' تاریک سے تاریک صورتحال میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ کے فضل و نصرت کی امید کی شمع روشن نظر آتی ہے' اللہ تعالیٰ اس کو مایوس نہیں کرتا' بلکہ ﴿يَهْدِ قَلْبَهُ﴾ ہر مصیبت اس کے لیے مزید خیر کے دروازے کھول دیتی ہے' اسی حقیقت کو نبی رحمت ﷺ نے یوں بیان فرمایا ہے:

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اس کے ہر امر میں خیر ہی ہے' اور یہ اعزاز مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوتا' جب اسے خوشحالی آئے تو شکر کرتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر مصیبت آئے تو صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے اچھا ہوتا ہے۔" (صحیح مسلم' الزهد' باب المؤمن أمره كله خير' حديث : ۲۹۹۹ و مسند احمد: ۳۳۲/۴' ۳۳۳)

جس کے دل میں ایمان نہ ہو وہ آفات کو اتفاقات کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ یا دنیا کی ان طاقتوں کو ان کے لانے اور روکنے پر قادر سمجھنے لگتا ہے جن کو انسانی اوہام نے نفع و نقصان پہنچانے پر قادر فرض کر رکھا ہے۔ پھر وہ ہر آستانے پر جھکتا ہے۔ ہر ذلت قبول کرتا ہے۔ ہر کمینہ حرکت کر گزرتا ہے۔ اللہ کو گالیاں دیتا ہے۔ خودکشی تک سے گریز نہیں کرتا۔

دھوکے سے بچو: ارشاد ہوا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّ وَعْدَ ٱللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِٱللَّهِ ٱلْغَرُورُ ﴿٥﴾ إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَٱتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ إِنَّمَا يَدْعُوا۟ حِزْبَهُۥ لِيَكُونُوا۟ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلسَّعِيرِ ﴿٦﴾ ﴾ (فاطر ۳۵/ ۵-۶)

"اے لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے' لہٰذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ بڑا دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔ بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے' اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو' وہ تو

اپنے پیروکاروں کو اپنی راہ پر اس لیے بلا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔"

نیکی قابل اعتماد سہارا ہے: اس ارشاد پر غور کریں:

﴿ وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ ﴾ (لقمان۳۱/ ۲۲)

"جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے اور وہ عملاً نیک ہو' اس نے فی الواقع ایک مضبوط کڑا (قابل اعتماد سہارا) تھام لیا۔"

ارشاد ہے کہ جو بھی اس کی دی ہوئی ہدایات کو اپنی زندگی کا قانون بنا لے' اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے تو پھر اسے غلط رہنمائی کا خطرہ ہو گا نہ انجام خراب ہونے کا ڈر۔

نیکی سے قدم قدم پر رہنمائی ملتی ہے: نیکی و بدی میں فرق کرنے کے لیے ایمان و عمل صالح سے وہ نور بصیرت عطا ہوتا ہے جو قدم قدم پر بندے کی رہنمائی کرتا ہے کہ سیدھا راستہ کون سا ہے اور ٹیڑھا راستہ کون سا۔ ارشاد ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَءَامِنُوا بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾ ﴾

(الحدید۵۷/ ۲۸)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو' اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے' اور تمہارے قصور معاف کر دے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔"

یعنی بشری کمزوریوں کی بنا پر جو غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہو جائیں ان سے درگزر فرمائے گا اور وہ قصور بھی معاف کر دے گا جو ایمان لانے سے پہلے جاہلیت کی حالت میں تم سے سرزد ہوئے تھے۔

کبیرہ گناہوں سے بچو تو صغیرہ سے درگزر فرمائے گا: اللہ تعالیٰ آپ پر اتنا مہربان ہے

کہ وہ کسی طرح بھی آپ کو سزا نہیں دینا چاہتا۔ اس آیت پر غور کریں:

﴿ إِن تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾ ﴾ (النساء٤/ ٣١)

"اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جا رہا ہے تو تمہاری چھوٹی چھوٹی برائیوں کو ہم تمہارے حساب سے ساقط کر دیں گے اور تم کو عزت کی جگہ داخل کریں گے۔"

وہ اس تنگ دل آقا کی طرح نہیں ہے جو چھوٹی چھوٹی لغزشوں پر پکڑ کر اپنے ماتحتوں کو سزا دے دے۔ اگر بڑے بڑے جرائم کر کے آؤ گے تو چھوٹی چھوٹی خطائیں بھی گرفت میں آ جائیں گی۔ ان بڑے بڑے جرائم میں سے چند بنیادی جرائم درج ذیل ہیں۔

(الف) حق تلفی: اللہ تعالیٰ کی حق تلفی شرک ہے۔ اور اگر لوگوں کی حق تلفی ہو، والدین کی یا اپنے نفس کی تو یہ ظلم اور کبیرہ گناہ ہے۔

(ب) اللہ کے امر و نہی سے بے پروائی: تکبر کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کی پروا نہ کرنا، نافرمانی کے ارادے سے وہ کام کرنا جن سے منع کیا گیا ہو اور وہ کام نہ کرنا جن کا حکم دیا گیا ہو۔

(ج) روابط و تعلقات بگاڑنا: ان روابط و تعلقات کو بگاڑنا جن سے انسانی زندگی میں بگاڑ پیدا ہو۔ یہ بات خاص طور پر ذہن میں رہے کہ وقت، جگہ، کیفیت وغیرہ کسی فعل کی شدت کو بڑھا دیتے ہیں۔ مثلاً زنا برا فعل ہے۔ مگر مسجد میں، رمضان المبارک میں یا محرمات سے زنا وغیرہ گناہ کی شدت کو بڑھا دیتا ہے۔

اللہ نیکی کا اجر دس گنا بڑھا دیتا ہے: ارشاد الٰہی ہے:

﴿ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾ ﴾ (الأنعام٦/ ١٦٠)

"جو اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے دس گنا اجر ہے، اور جو بدی لے کر آئے گا اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا اس نے قصور کیا ہو گا اور کسی پر

ظلم نہ کیا جائے گا۔"

بلکہ ارشاد ہے:

﴿ وَٱللَّهُ يُضَٰعِفُ لِمَن يَشَآءُ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٦١﴾ ﴾ (البقرة٢/ ٢٦١)

"اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (اس کی نیکی کو) کئی گنا بڑھا دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور علیم ہے۔"

وہ علیم ہے' جانتا ہے کہ کس کی نیکی میں کتنا خلوص ہے۔ جس طرح ایک دانے سے سات سودانے بنا دیتا ہے' اسی طرح وہ ہر نیکی مزید بڑھا دیتا ہے وہ فراخی والا ہے اور فراخ دست ہے۔

ایمان و تقویٰ سے برکتوں کی فراوانی ہوتی ہے: مندرجہ ذیل آیت پر غور فرمائیں:

﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ ٱلْقُرَىٰٓ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّقَوْا۟ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَٰتٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا۟ فَأَخَذْنَٰهُم بِمَا كَانُوا۟ يَكْسِبُونَ ﴿٩٦﴾ ﴾

(الأعراف٧/ ٩٦)

"اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے' مگر انہوں نے جھٹلایا' لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انہیں پکڑ لیا۔"

یہ تنبیہ ہے اس اللہ عزوجل کی طرف سے جس کے قبضۂ قدرت میں یہ نظام ہے۔ انسان کی بے عقلی' بے علمی اور بے یقینی کی انتہا ہے کہ اس اللہ عزوجل کی تنبیہ پر یقین نہیں کرتا۔ اس کے برعکس اگر کوئی بے عمل اور معمولی ملنگ اسے کسی بات پر متنبہ یا خبردار کردے تو اس کے کہنے پر غیر متزلزل یقین کر لیتا ہے۔

آہ! اے رازِ عیاں کو نہ سمجھنے والے حلقۂ دامِ تمنا میں الجھنے والے
تو اگر اپنی حقیقت سے خبردار رہے نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے (اقبالؒ)

طویل خشک سالی کا علاج ایمان و تقویٰ ہے: یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت صرف آخرت ہی میں خسارے کا باعث نہیں' بلکہ دنیا کی زندگی بھی تنگ کر دیتی

ہے۔ اس کے برعکس ایمان و تقویٰ اور احکامِ الٰہی کی اطاعت' صرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی فراوانی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

گذشتہ چند سالوں سے پاکستان خشک سالی و بدحالی کی لپیٹ میں ہے' اس خشک سالی و بدحالی کا حل ملاحظہ کرنے کے لیے مندرجہ بالا آیت کے ساتھ مندرجہ ذیل آیت پڑھیں اور غور کریں:

﴿وَأَلَّوِ ٱسْتَقَٰمُوا۟ عَلَى ٱلطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَٰهُم مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِۦ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾﴾ (الجن ۷۲/ ۱۶۔۱۷)

"اور اگر یہ لوگ راہ راست پر ثابت قدمی سے چلتے تو ہم انہیں خوب سیراب کرتے۔ تاکہ اس نعمت سے ان کی آزمائش کریں اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا اس کا رب اس کو سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔"

بارش اور پانی کی فراوانی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت قرار دیا گیا ہے' پانی ہی پر آبادی کا انحصار ہے' پانی نہ ہو تو کوئی بستی آباد نہیں ہو سکتی' صنعتیں نہیں چل سکتیں' اس وقت پاکستان کے عوام اور حکومت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے باعث اسی مصیبت سے دوچار ہیں۔

<u>خلاصہ کلام</u>: مندرجہ ذیل آیت پر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ نیکی اختیار کرنے سے زندگی اچھی ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ وعدہ کر رہا ہے:

﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَٱتَّقَىٰ ﴿٥﴾ وَصَدَّقَ بِٱلْحُسْنَىٰ ﴿٦﴾ فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْيُسْرَىٰ ﴿٧﴾﴾

(اللیل ۹۲/ ۵۔۷)

"پس جس نے (اللہ کی راہ میں) مال دیا اور (اللہ کی نافرمانی سے) پرہیز کیا۔ اور بھلائی کی تصدیق کی۔ اسے ہم آسان راستے کی سہولت دیں گے۔"

غور کریں تو تین خوبیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مال خرچ کرے' تقویٰ اختیار کرے اور بھلائی کی تصدیق کرے۔

اللہ اور بندوں کے حقوق ادا کرنے میں مال خرچ کرے' زر پرست نہ بن جائے' اپنی زندگی کے ہر شعبے میں ان کاموں سے پرہیز کرے جن سے اللہ کی ناراضی ہوتی ہو اور خیرو

صلاح کے کاموں کو حق مانتے ہوئے اختیار کرے۔ شرک' دہریت اور کفر کی بجائے توحید' آخرت اور رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے اپنے کردار سے تصدیق کرے تو اسے ہر نیکی آسان لگے گی۔ اگرچہ شروع میں نیکی مشکل لگتی ہو' مگر بعد میں وہ آسان معلوم ہوگی۔

آسان راستہ اس لیے فرمایا کہ نیکی کا راستہ فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ اس پر چلنے کے لیے اپنے ضمیر' جسم و جان کی قوتوں اور عقل و شعور سے لڑکر زبردستی نہیں چلنا پڑے گا' بلکہ برائی اس کے لیے مشکل اور نیکی اس کی فطرت بن جائے گی' نیکی اختیار کرنے میں خوشی اور راحت محسوس ہوگی' اس سے کسی کو خیانت' ظلم اور زیادتی کا اندیشہ نہ ہوگا۔ ہر کوئی اس سے بھلائی اور نیکی کی امید رکھے گا' اس کا اپنا ضمیر مطمئن ہوگا' معاشرے میں اسے وقار حاصل ہوگا۔

انسان محبت کریں گے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ ٱلرَّحْمَـٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ ﴾

(مریم ۱۹/ ۹۶)

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے تو رحمٰن ان کی محبت (مخلوقات کے دل میں) پیدا کر دے گا۔“

قارئین کرام! یہ وعدے ہیں مالک کائنات کے جن پر بے شعور شیطان گزیدہ انسان یقین ہی نہیں کرتا۔ چھوٹے چھوٹے بے زور سرداروں اور اپنے وہم و گمان سے بنائی ہوئے بے حقیقت چیزوں پر تو یقین ہے' مگر اللہ تعالیٰ سے ناامیدی اور بے خوفی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ ﴾ (نوح ۷۱/ ۱۳)

”تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کے وقار کو تم تسلیم ہی نہیں کرتے؟“

بے زور اور بے حقیقت چیزوں کا اتنا خوف کہ ان کی رضا کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرتے ہو' مگر اللہ تعالیٰ کی قانون شکنی کرتے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو' یہ خیال ہی نہیں کہ وہ تمہیں سزا دے گا۔

مصائب کا حل: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح الفاظ میں فرمادیا کہ دنیا میں محرومیاں' خشک سالی' قحط اور آفات' انسانی بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں' ورنہ اللہ بندوں کو عذاب نہیں دینا چاہتا' یہ مصائب بندوں پر اس لیے آتے ہیں کہ ان کی تکبر سے اکڑی ہوئی گردنیں ڈھیلی ہوں' اللہ کے سامنے جھکیں اور توبہ کر کے راہ راست اختیار کریں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی بے بسی اور قوم کی ہٹ دھرمی کا استغاثہ بیان کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

﴿ فَقُلْتُ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ إِنَّهُۥ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّـٰتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَـٰرًا ﴿١٢﴾ ﴾

(نوح ۷۱/ ۱۰-۱۲)

"میں نے (ان سے) کہا کہ اپنے رب سے معافی مانگو' بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا۔ تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا' تمہارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔"

غور کریں تو اس میں ان محرومیوں کا حل بتا دیا گیا ہے۔ ① گناہوں کی معافی ہوگی ② خشک سالی کا خاتمہ ہوگا ③ تنگ دستی دور ہوگی ④ بے اولادوں کو اولاد ملے گی ⑤ باغ عطا ہوں گے ⑥ نہریں سیراب کریں گی۔

اسی لیے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس جتنے لوگ دعا کے لیے آتے وہ ان کو استغفار ہی بتاتے۔ (تفسیر رازی:۱۰/۶۵۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (صحابہ کے ساتھ) بارش کے لیے دعا کرنے گئے تو استغفار کر کے لوٹ آئے' صحابہ رضی اللہ عنہم نے استفسار کیا کہ اے امیرالمومنین! ہم نے آپ کو بارش کی دعا کرتے نہیں دیکھا (بلکہ آپ نے صرف استغفار پر اکتفا کیا ہے) تو جواب دیا: میں نے (اللہ تعالیٰ سے) آسمان کے اس پنجھتر سے بارش نازل ہونے کی دعا کی ہے جہاں سے بارش خوب برستی ہے پھر آپ نے یہ (مذکورہ بالا) آیت تلاوت فرمائی اور اس کے ساتھ ہی سورۂ ہود کی آیت

۵۲ کی تلاوت بھی کی (تفسیر طبری' ۲۹/۱۱۶)

حضرت ہود علیہ السلام نے بھی خشک سالی کا حل بتایا: انھوں نے اپنی قوم کو بارش اور قوت بڑھانے کے لیے توبہ و استغفار ہی کا سبق دیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَيَٰقَوْمِ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُرْسِلِ ٱلسَّمَآءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا۟ مُجْرِمِينَ ﴿٥٢﴾ ﴾

(ھود ۱۱/ ۵۲)

"اور اے میری قوم! اپنے رب سے معافی چاہو پھر اسی کی طرف پلٹو' تو وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمھاری موجودہ قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا اور تم مجرم بن کر منہ نہ پھیرو۔"

مکہ والوں سے یہی وعدہ کیا گیا: نبی اکرم ﷺ سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہی وعدہ کہلوایا:

﴿ وَأَنِ ٱسْتَغْفِرُوا۟ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَٰعًا حَسَنًا إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِى فَضْلٍ فَضْلَهُۥ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ﴿٣﴾ ﴾

(ھود ۱۱/ ۳)

"اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدت خاص تک تم کو اچھا سامانِ زندگی دے گا اور ہر صاحب فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا' اور اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمھارے حق میں ایک بڑے خوفناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

یعنی جتنا عرصہ دنیا میں رہنے کا وقت ہے اس وقت تک وہ تمھیں بری طرح نہیں بلکہ اچھی طرح زندہ رکھے گا اور اس کی نعمتیں تم پر برسیں گی۔ ذلت و خواری سے نہیں' بلکہ عزت و شرف کے ساتھ جیو گے' فاقہ مستی و خستہ حالی میں نہیں' بلکہ خوشحالی میں زندہ رہو گے' اپنے رب سے استغفار کرو۔

قرآن کریم میں یہ بات بار بار بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت' آخرت سے پہلے دنیا میں انسان کی زندگی تنگ کر دیتی ہے۔ دوسری طرف ایمان و تقویٰ اور احکامِ الٰہی کی

اطاعت کا فائدہ آخرت سے پہلے دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں کا باعث بنتا ہے۔

بنی اسرائیل سے بھی یہی وعدہ کیا گیا: مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكَلُوا۟ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم ۚ مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾ ﴾ (المائدة٥/ ٦٦)

"اور اگر انہوں نے توراۃ' انجیل اور اس چیز کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کی طرف نازل کی گئی تھی تو یہ لوگ اپنے اوپر (آسمان) سے اور اپنے نیچے (زمین) سے رزق کھاتے' ان میں کچھ لوگ راست رو بھی ہیں' لیکن ان کی اکثریت بد عمل ہے۔"

عزیز بھائیو! ذرا غور کرنے سے ہم سب مسلمان کہلوانے والے اور دعوائے مسلمانی کرنے والے اپنا محاسبہ کرسکتے ہیں۔ اگرچہ ہم میں بھی بے عملوں کی اکثریت ہے' مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آسمان سے بارش اور زمین سے رزق کی فراوانی عطا کرے گا۔ بشرطیکہ اس کی بھیجی ہوئی کتاب پر عمل کریں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم سے عذاب کا فیصلہ روک لیا گیا: حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ ان کا مختصر حال یہ ہے کہ ان کو نینوا بستی میں قوم کی اصلاح کے لیے مبعوث کیا گیا تھا' قوم کے کسی خاص گناہ کا ذکر نہیں ملتا' حضرت یونس علیہ السلام نے قوم کو سمجھانے کی کوشش کی' مگر بے سود۔ قوم کو نوٹس دے دیا کہ اگر گناہ سے باز نہ آئے تو تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ کا عذاب آ جائے گا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرتے کیونکہ کوئی نبی' اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر قوم کو نہیں چھوڑ سکتا' مگر سیدنا یونس علیہ السلام ہجرت کر گئے۔ ان کا حال آگے بیان ہو گا' لیکن قوم کے اچھے' سیانے لوگوں نے عذاب کے آثار دیکھ لیے۔ اچھے سردار' قوم کے لیے نعمت ہوتے ہیں' انہوں نے قوم کو توبہ و استغفار کرنے کے لیے آمادہ کر لیا۔ لوگ اپنے

اہل خانہ اور ڈھور' ڈنگر لے کر بستی سے نکل گئے' باہر میدان میں جا کر استغفار میں مصروف ہو گئے' اور مل کر خوب' زاری کی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا پسند آئی' ان کی استغفار کے بدلے ان سے عذاب کا فیصلہ بدل دیا اور اَجَلٍ مُّسَمّی (ایک مقررہ وقت) تک ان کو متاعًا حَسَنًا (بہترین فائدہ) دینے کا فیصلہ فرمالیا۔ انسانی تاریخ میں یہ ایک انوکھا اور اپنی نوعیت کا واحد فیصلہ تھا' ورنہ عذاب دیکھ کر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ءَامَنَتْ فَنَفَعَهَآ إِيمَٰنُهَآ إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّآ ءَامَنُوا۟ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ ٱلْخِزْىِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَمَتَّعْنَٰهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٩٨﴾﴾ (یونس ۱۰/ ۹۸)

"پس کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا' سوائے یونس کی قوم کے' کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیاوی سے) ان کو بہرہ مند رکھا۔"

میرے عزیزو! گناہوں سے رُک جاؤ' توبہ کر لو وقت سے پہلے۔

حضرت یونس علیہ السلام سے عذاب کا رخ موڑ دیا گیا: حضرت یونس علیہ السلام قوم سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بستی چھوڑ گئے' راستے میں کشتی پر سفر کرنا پڑا' جب کشتی گہرے پانی میں پہنچی تو کشتی کو غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہوا۔ ملاحوں نے کہا کہ کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام سوار ہے۔ اسے کشتی سے اتار دیا جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فوراً اپنے آپ کو پانی میں اتر جانے کے لیے پیش کر دیا۔ یاد رہے کہ نبی کی سیرت و صورت دونوں ہی اپنے اندر جاذبیت رکھتی ہیں' ملاحوں نے اتنا خوب صورت اور نیک سیرت انسان دیکھ کر بھاگا ہوا غلام ماننے سے انکار کر دیا۔ قرعہ اندازی ہوئی تو حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام نکلا۔ آپ نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو یوں بیان کیا ہے:

﴿وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٩﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى ٱلْفُلْكِ ٱلْمَشْحُونِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ ٱلْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَٱلْتَقَمَهُ ٱلْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾﴾

(الصافات ۳۷/ ۱۳۹۔۱۴۲)

"اور بے شک یونس پیغمبروں میں سے تھے۔ جب بھاگ کر وہ بھری ہوئی کشتی میں

پہنچے۔ اس وقت قرعہ ڈالا تو انہوں نے زک اٹھائی۔ پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ (اپنے آپ کو) ملامت کرنے لگے۔"

مچھلی کے پیٹ میں استغفار:

﴿ فَنَادَىٰ فِي ٱلظُّلُمَٰتِ أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٨٧﴾ ﴾ (الأنبياء٢١/ ٨٧)

"پس اندھیرے میں (اللہ کو) پکارنے لگے کہ تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں تو پاک ہے' بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔"

اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ ہمیں بتانے کے لیے فرماتا ہے:

﴿ فَلَوْلَآ أَنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِۦٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ ﴾

(الصافات٣٧/ ١٤٣۔١٤٤)

"اگر وہ (اللہ کی) تسبیح بیان نہ کرتے۔ تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔"

اللہ تعالیٰ نے توبہ و استغفار کے الفاظ بھی بتا دیے جو اوپر مذکور ہیں۔

توبہ و استغفار: مومن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ ایک ایسا تحفہ ملا ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کو رحمت میں اور عذاب کے فیصلے کو معافی میں بدل دیتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت پر غور فرمائیں:

﴿ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٠﴾ وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَإِنَّهُۥ يَتُوبُ إِلَى ٱللَّهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ ﴾ (الفرقان٢٥/ ٧٠۔٧١)

"مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔ اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے۔"

توبہ کا مطلب ہے رجوع کرنا اور پلٹ آنا۔ بندے کا توبہ کرنا یہ ہے کہ وہ سرکشی سے

باز آئے اور طریق بندگی کی طرف پلٹ آئے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کوئی توبہ کرنے والا کس جذبے کے ساتھ توبہ کر رہا ہے' توبہ کے پیچھے شرمساری ہے یا مزید ارتکاب جرم کی خواہش۔ گناہ پر شرمساری توبہ کی پہلی شرط ہے' آئندہ کے لیے اصلاح پر آمادگی و ارادہ اور عملی طور پر ثبوت بھی توبہ کے لیے شرطیں ہیں۔ زندگی میں جب بھی جہالت کی بنا پر گناہ ہو جائے تو جہالت کا پردہ ہٹتے ہی شرمندگی اور آئندہ اصلاح کے ارادے سے توبہ کر لینے سے اللہ تعالیٰ نے معافی کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے' مگر:

﴿ وَلَيْسَتِ ٱلتَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ ٱلْـَٔـٰنَ وَلَا ٱلَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُو۟لَـٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾ ﴾ (النساء٤/ ١٨)

"توبہ ان کے لیے نہیں جو برے کام کیے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو کہتا ہے: اب میں نے توبہ کی' اور توبہ ان کے لیے بھی نہیں ہے جو مرتے دم تک کافر رہیں' ایسے لوگوں کے لیے تو ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک آثار موت شروع نہ ہوں۔" (مسند احمد:۲/ ۱۳۲)

زیر مطالعہ آیت میں اللہ کریم نے توبہ کرنے والوں کے لیے معافی کے ساتھ برائیوں کو نیکیوں میں بدل دینے کا وعدہ کر کے بگڑے ہوئے ذہنوں کو سنبھالا دیا ہے تاکہ وہ مایوس ہو کر اصلاح کر لینے سے رہ نہ جائیں۔

ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا ہی مفید ہے' انسانی فطرت کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کوئی ایسا مرجع نہیں جدھر انسان پلٹے تو سزا سے بچ سکے یا اجر پا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بہترین بارگاہ ہے' جہاں گناہوں پر شرمسار ہونے والوں کو دھتکارا نہیں جاتا' بلکہ انعامات سے نوازا جاتا ہے' اس کے جرم گنے نہیں جاتے' بلکہ صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس نے اصلاح کر لی ہے۔ وہ ہر شرمسار کے لیے وسیع دامن رکھتا ہے۔ مولانا روم رحمہ اللہ نے کیا خوب

فرمایا ہے:

باز آ ' باز آ ' ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

جہاں استغفار کرنے والے ہوں وہاں اللہ عذاب نہیں کرتا: ابوجہل نے دعا کی تھی کہ "اگر واقعی یہ حق ہے اور تیری ہی طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا:

﴿ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾ ﴾ (الأنفال٨/ ٣٣)

"اس وقت تو اللہ ان پر عذاب نازل کرنے والا نہ تھا جب کہ آپ(ﷺ) ان کے درمیان موجود تھے اور نہ اللہ کا یہ اصول ہے کہ لوگ استغفار کر رہے ہوں اور وہ ان کو عذاب دے دے۔" (صحیح بخاری' التفسیر' حدیث:۴۶۴۸' ۴۶۴۹)

توبہ کرنے والے پر اللہ کتنا خوش ہے؟: محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ "توبہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ راضی ہوتا ہے جتنا وہ شخص خوش ہوتا ہے جس کا بے آب و گیاہ ریگستان میں اونٹ گم ہو گیا ہو اور اسی اونٹ پر اس کی خوراک اور پانی ہو' وہ ناامید ہو کر مرنے کے لیے تیار ہو کر لیٹ جائے' یک لخت دیکھے کہ اس کا اونٹ مع سامان اس کے پاس آ کھڑا ہوا ہے' وہ اتنا خوش ہوتا ہے کہ (زیادہ خوشی سے وہ کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ "اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا رب ہے" مگر وہ) یوں کہہ دیتا ہے: "اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔" (صحیح مسلم' التوبة' باب فی الحض علی التوبة والفرح بها' حدیث:۲۷۴۷)

بندے کی طرف سے توبہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی غلامی سے باغی ہو کر نکل چکا تھا' مگر اب وہ واپس غلامی میں آ گیا اور اللہ کی طرف سے اس کا صلہ یہ ہے کہ اللہ کی نظر میں بندہ

نافرمان ہونے کی وجہ سے گر گیا تھا۔ اب اللہ کی نظر کرم اس پر پھر سے ہو گئی۔ اللہ پھر اس کی طرف نظر کرم سے متوجہ ہو گیا۔

یوں عمر فریب دے گی: قارئین کرام! اپنی زندگی میں دیکھا ہوا ایک واقعہ لکھ رہا ہوں۔ اندازاً 1939ء یا 1940ء کا ذکر ہے۔ مجھے نوجوانی میں تن سازی کا شوق ہوا کرتا تھا' کبڈی اور کشتی پسندیدہ مشغلے تھے' میرا گاؤں خوشحالپور صرف 25 گھروں پر مشتمل تھا' یہ گاؤں تحصیل رنبیر سنگھ پورہ ضلع جموں میں سوچیت گڑھ کے قریب تھا' اسی گاؤں میں ایک نوجوان سردار محمد تھا' عمر میں وہ مجھ سے بڑا تھا' میرے گھر اور اس کے گھر کی پشت ملی ہوئی تھی' بیوہ ماں کی اکلوتی اولاد' خوبصورت' گورا چٹا' شاہ زور مگر شریف نوجوان تھا۔ معمولی زمینداری تھی مگر وہ سستے زمانے تھے۔ ماں اور بیوی کے اخراجات آسانی سے پورے ہو جاتے تھے۔ کبڈی کا ابھرتا ہوا کھلاڑی تھا۔

اس زمانے میں رمضان شریف موسم سرما میں آیا کرتا تھا۔ بچے بھی شوق سے روزے رکھا کرتے تھے' کیونکہ دن بہت مختصر ہوتے تھے۔ ہمارے ہی مکان کی ایک دوکان میں ایک نوجوان ہندو کھتری چونی لال دوکان چلایا کرتا تھا' وہ گونگا اور بہرہ تھا' ایک دن صبح دس بجے کے قریب میں اس دکان پر کھڑا تھا' سردار محمد' چونی لال دوکاندار سے گری' بادام اور شکر لے کر بادام توڑ توڑ کر کھا رہا تھا' ہمارے گاؤں کے ایک بزرگ میرے تایا لگتے تھے' ان کا نام مست علی تھا' پورے گاؤں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے' لوگ ان کو "لالا" کہا کرتے تھے' وہ بزرگ مویشیوں کا چارہ اٹھائے ہوئے آئے' سردار محمد کو انہوں نے بغیر روزے کے دیکھ کر کہا: "اوئے سردار پتر! روزہ رکھ لیا کر۔" سردار نے مسکرا کر مگر بڑے ادب سے جواب دیا: "لالا! رکھ لیں گے روزے بھی' ابھی بہت عمر پڑی ہے۔" تایا جی یہ کہہ کر چلے گئے: "عمر کا کیا اعتبار ہے پتر" یہ باتیں میرے سوا کسی نے نہیں سنی تھیں۔

رمضان ہی میں ہمارے پورے علاقہ میں چیچک کی وبا پھیل گئی' کوئی گھر اس وبا سے خالی نہ رہا' شرح اموات اتنی بڑھ گئی کہ لوگوں نے مرنے والوں کے لیے رونا چھوڑ دیا۔ کام کاج بھلا کر سارا دن قبرستان میں بیٹھے رہتے اور قبریں کھودتے رہتے' الغرض اتنی دہشت پھیل

گئی کہ "عاشقاں فراموش کردند عشق"

ایک دن سردار محمد حسب معمول قبرستان نہ آیا' معلوم ہوا کہ اسے بخار ہو گیا ہے' چیچک کا حملہ سخت بخار کی صورت میں ہوتا ہے۔ ایک ہفتہ میں سردار کو چیچک اتنی گھنی نکلی کہ چہرے سمیت پورے بدن پر تل برابر جگہ خالی نہ رہی۔ چند دن بعد دوپہر کے وقت پیغام ملا کہ سردار محمد کے لیے قبر تیار کرو' سوہاگن بیوی اور بیوہ ماں کو بے اولاد چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے آخری بار سردار کو نہ دیکھا مگر دو بزرگ خواتین کو میں نے باتیں کرتے ہوئے سنا' وہ سردار محمد کو دیکھ کر آ رہی تھیں' وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ توبہ کہتی ہوئی ہاتھ مل رہی تھیں' ایک کہہ رہی تھی: "چہرہ بالکل ایسے ہے جیسے سُور کا" میں آج بھی سوچتا ہوں کہ ہمارے گاؤں کے ان گنت لوگ مرے تھے' مگر سردار محمد کا خوبصورت گورا چہرہ کیوں ایسا ہو گیا؟ مگر عمر فریب دے گئی تھی! یہ حقیقت ہے کہ آدمی کو ہر وقت سنبھل کر رہنا چاہیے معلوم نہیں موت کب آ لے۔

جا گورِ غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت — کھل جائے گی تجھ پر تیری دنیا کی حقیقت
عبرت کیلئے ڈھونڈ کسی شاہ کی تربت — اور پوچھ کدھر ہے تیری شان حکومت
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے؟ — اے کاسۂ سربول تیرا تاج کہاں ہے؟ (جوش)

❀ ❀ ❀

فرقہ پرستی آگ کا گڑھا ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتَ رَسُولِهِ» (الموطأ للإمام مالك، القدر، ح :۳)

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ (ﷺ) کی سنت۔"

یہی ہے مرکز و محور جو ہمیں راہ راست پر قائم رکھ سکتا ہے۔ یہی وہ رسی ہے جس میں بندھے رہنے کا حکم درج ذیل آیات میں دیا گیا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَٱعْتَصِمُوا۟ بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۟ ۚ وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِۦٓ إِخْوَٰنًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ ٱلنَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ ٱللَّهُ لَكُمْ ءَايَٰتِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾﴾ (آل عمران۳/ ۱۰۲۔۱۰۳)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرو تو اسلام کی حالت میں مرو۔ سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو' تفرقہ میں نہ پڑو اور اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں وہ الفت ڈال دی جس کی بدولت تم بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے پر تھے پس اس نے تمہیں اس سے بچا لیا' اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں تمہارے سامنے واضح کرتا ہے تاکہ ان سے تمہیں راہ راست نظر آجائے۔"

مولانا حالی رحمہ اللہ اپنے الفاظ میں یوں رقم طراز ہیں:

وہ دیں جس نے اعدا کو اخواں بنایا   وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غم خوار دوراں بنایا   گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا
وہ خطہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ
گراں کر دیا اس کا عالم سے پلہ

کتاب و سنت وہ محور و مرکز ہے جس میں بندھے رہنے سے اختلافات کو بھلا کر مسلمان امت واحد بن سکتے ہیں۔ اسی رسی میں بندھے رہو' تمہاری نگاہ میں اہمیت صرف دین کی ہونی چاہیئے۔ اس کی سربلندی' اسی کی تعلیمات کا فروغ تمہارا نصب العین ہونا چاہیے' اسی کی بدولت تمہاری دشمنی بھائی چارے میں تبدیل ہوئی' اسی نعمت نے تمہیں آگ کے گڑھے سے بچا لیا جس کے کنارے پر تم کھڑے تھے۔ یاد رکھو! اس رسی کے بندھن سے آزاد ہو کر آگ کے اسی گڑھے میں جاگرو گے جس سے تم کو بچایا گیا تھا۔

فرقہ بندی میں مت پڑو: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿١٠٦﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾ ﴾

(آل عمران۳/ ۱۰۵۔۱۰۷)

"تم ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور واضح ہدایات آچکنے کے بعد اختلاف میں مبتلا ہوئے (جنھوں نے یہ روش اختیار کی) وہ اس روز سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ جبکہ کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ سیاہ' سیاہ چہرے والوں سے کہا جائے گا کہ ایمان کی نعمت مل جانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ رویہ اختیار کیا؟ اچھا تو اب تم اپنے کفر کے صلہ میں عذاب کا مزا چکھو۔ رہے سفید چہرے والے لوگ' تو وہ اللہ کے دامن رحمت میں جگہ پائیں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔"

ایمان ہی وہ نعمت ہے جس نے ہمیں ایک قوم بنایا' ناشکری مت کرو۔

تم ایک امت ہو: درج ذیل ارشاد پر غور فرمائیں:

﴿ وَإِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱتَّقُونِ ﴿٥٢﴾ فَتَقَطَّعُوٓا۟ أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾ ﴾ (المومنون۲۳/ ۵۲_۵۳)

"اور یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا رب ہوں' پس مجھ ہی سے تم ڈرو۔ مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی پر وہ مگن ہے۔"

ہمیں سوچنا ہو گا کہ کیا اس آیت میں ہمارا ہی حال بیان کیا گیا ہے؟ تعصب سے ہمیں توبہ کرنی ہو گی' اصل دین کی جڑ اور بنیاد کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔

تعصب یہ ہوتا ہے کہ اپنی ہی بات کو درست اور باقی سب کو غلط سمجھا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کو مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے ؎

ڈرایا تعصب سے ان کو یہ کہہ کر — کہ زندہ رہا اور مرا جو اسی پر
ہوا وہ ہماری جماعت سے باہر — وہ ساتھی ہمارا نہ ہم اس کے یاور
نہیں حق سے کچھ اس محبت کو بہرہ
کہ جو تم کو اندھا کرے اور بہرا
بچایا برائی سے ان کو یہ کہہ کر — کہ طاعت سے ترکِ معاصی ہے بہتر
تورع کا ہے ذات میں جن کی جوہر — نہ ہوں گے کبھی عابد ان کے برابر
کرو ذکر اہلِ ورع کا جہاں تم
نہ لو عابدوں کا کبھی نام واں تم

ہماری خیر اسی میں ہے کہ قرآن اور حدیث کی رسی کے بندھن سے کبھی اپنے کو آزاد نہ کریں۔ شیطان ہمارا علانیہ دشمن ہے جو ہر وقت اسی تاک میں ہے کہ ان کو کس طرح گمراہ کیا جائے۔ ہم اس بندھن سے آزاد ہوتے ہی اس دشمن کے چنگل میں پھنس کر رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر غور کریں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱدۡخُلُواْ فِي ٱلسِّلۡمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٞ ﴿٢٠٨﴾ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۰۸)

”اے ایمان والو! تم پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تو تمہارا اعلانیہ دشمن ہے۔“

اسلام کی حدود سے نکل کر جو عمل بھی کرو گے سب شیطان کی پیروی ہے۔ اس سے باہر فرقہ پرستی ہے۔ آگ سے بھرا ہوا گڑھا ہے۔

ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ ممکن نہیں ہری ہو سحاب بہار سے
ہے لازوال عہد خزاں اس کے واسطے کچھ واسطہ نہیں ہے اسے برگ و بار سے
ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے، امید بہار رکھ (اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

فرقہ پرستی کا حل: شیطان نے ہمیں اپنے فریب میں لے کر جہنم کا ایندھن بنانے کی قسم کھائی ہے۔ ہمیں انتشار میں مبتلا کرنا اسی فریب کاری کی کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انتشار کا حل بتایا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡۖ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک درست طریقۂ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہترین ہے۔“

غور فرمائیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ایک مسلمان سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور مسلمان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کا مرکز و محور اللہ تعالیٰ کی بندگی و فرمانبرداری

ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت' بندگی و فرمانبرداری کی واحد عملی صورت اطاعت رسول ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واحد مستند ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین ہم تک پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہم صرف اسی طرح کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں۔ اس کے علاوہ کوئی اطاعت معتبر نہیں۔ اس سے منہ موڑنا اللہ تعالیٰ سے بغاوت ہے۔

ان دونوں کے بعد انہی اطاعتوں کے ماتحت تیسری اطاعت "اولی الامر" کی ہے۔ مگر فرمایا گیا کہ اولی الامروہ جو تم میں سے ہوں یعنی مومن ہوں۔ وہ ذہنی و فکری رہنمائی کرنے والے علمائے کرام و مشائخ ہوں' سیاسی لیڈر' حکام' جج' قبیلوں' بستیوں اور محلوں کے سربراہ ہوں مگر اللہ اور رسول کے مطیع ہوں۔ اللہ اور رسول کے ارشادات کی روشنی میں فیصلے کریں۔ ان کی اطاعت کرنا اور ان کے فیصلے کو مان لینا ضروری ہے۔

اختلافات کا نقصان : تنازعات' اختلافات اور جھگڑے بڑھا کر فرقہ بندی کا آخرت میں انجام تو آپ نے پڑھ لیا کہ ایسے لوگ کالے چہرے لیے ہوئے ہوں گے۔ مگراس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایک نقصان بتا دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَنَٰزَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْۖ وَٱصْبِرُوٓاْۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ۝٤٦﴾ (الأنفال٨/ ٤٦)

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑو نہیں' ورنہ تمہارے اندر بزدلی پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' صبر سے کام لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اختلاف کو صبر کے ساتھ دور کرنے کی کوشش کرتے رہو' اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو گا۔ اگر اس کی اطاعت سے نکل گئے تو شیطان کے چکر میں آ جاؤ گے جو تمہارا علانیہ دشمن ہے' وہ تمہیں آگ کے گڑھے میں ڈال دے گا۔ نماز باجماعت کا اہتمام کرو' سلام عام کرو اس سے دل قریب ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

شرک و بدعت کو پہچان لو۔ یہ شیطان کا فریب ہے اور فرقہ بندی کی بنیاد ہے۔ اللہ

تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر آپ نے پڑھ لیا ہے کہ اس نے ہمیں آگ سے بھرے ہوئے گڑھے سے بچالیا جس کے کنارے پر ہم کھڑے تھے' یہ اس احسان کی برکت تھی کہ ایسا معاشرہ پیدا ہو گیا جس میں ؎

سب اسلام کے حکم بردار بندے　　سب اسلامیوں کے مددگار بندے
اللہ اور نبی کے وفا دار بندے　　یتیموں کے رانڈوں کے غم خوار بندے
رہِ کفر و باطل سے بے زار سارے
نشے میں مئے حق کے سرشار سارے
جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے　　کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکامِ دیں پر جھکا دینے والے　　خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے　　(حالی رحمۃ اللہ علیہ)

آج تعصب نے ہماری وہ گت بنائی ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے سے آنے والی خبر مسلمانوں کی مصائب ہی کی خبر ہوتی ہے۔

تعصب نے اس صاف چشمے کو آکر　　کیا بغض کے خار و خس سے مکدر
بنے خصم جو تھے عزیز اور برادر　　نفاق اہلِ قبلہ میں پھیلا سراسر
نہیں دستیاب ایسے اب دس مسلماں
کہ ہو ایک کو دیکھ کر ایک شاداں

ہمیں واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے　　کہ جو کام دینی ہے یا دنیوی ہے
مخالف کی ریس اس میں کرنی بری ہے　　نشاں غیرت دین حق کا یہی ہے
نہ ٹھیک اس کی ہرگز کوئی بات سمجھو
وہ دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو

قدم گر رہ راست پر اس کا پاؤ　　تو تم سیدھے رستے سے کترا کے جاؤ
پڑیں اس میں جو دقتیں وہ اٹھاؤ　　لگیں جس قدر ٹھوکریں اس میں کھاؤ

جو نکلے جہاز اس کا بچ کر بھنور سے
تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھنور کے
جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ہے   پڑا جس سے جوکھوں میں چھوٹا بڑا ہے
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے   کوئی ان میں سوتا کوئی جاگتا ہے
جو سوتے ہیں وہ مست خوابِ گراں ہیں
جو بیدار ہیں ان پہ خندہ زناں ہیں
کوئی ان سے پوچھے کہ اے ہوش والو!   کس امید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو
برا وقت بیڑے پہ آنے کو ہے جو   نہ چھوڑے گا سوتوں کو اور جاگتوں کو
بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبیں گے سارے   (حالی رحمۃ اللہ علیہ)

میرے مسلمان بھائیو! فرقہ پرستی اور تعصب کا نقصان پچھلی آیتوں میں بتایا جا چکا ہے کہ تم بکھر جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' اس کا انجام بھی ہم دیکھ رہے ہیں' ہماری ہوا ایسی اکھڑی ہے کہ کنکر کو شنکر سمجھ کر ڈرنے والا ہر برہمن اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جہاد پر جانے سے انکار کر دینے والوں کی نسل کا ہر یہودی ہمارے لیے خطرہ بنا ہوا ہے۔ مسلمان بھائیو!

رہو گے یونہی فارغ البال کب تک   نہ بدلو گے یہ چال اور ڈھال کب تک
رہے گی نئی پود پامال کب تک   نہ چھوڑو گے یہ بھیڑیا چال کب تک
بس اگلے فسانے فراموش کر دو
تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو
نہ بدخواہ ہے دین اور ایماں کا کوئی   نہ دشمن حدیث اور قرآں کا کوئی
نہ ناقض ہے ملت کے ارکاں کا کوئی   نہ مانع شریعت کے فرماں کا کوئی
نمازیں پڑھو بے خطر معبدوں میں
اذانیں دھڑلے سے دو مسجدوں میں   (حالی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ کیسا اسلام ایجاد ہو گیا ہے کہ مسلمان مسلمان سے نفرت کرتا ہے؟ دنیا کا نقشہ دیکھتا ہوں تو تین براعظموں میں پھیلے ہوئے مسلمان ممالک ہیں جن میں مسلمان حکومتیں قائم ہیں مگر سب منتشر، مغلوب، مقہور، محتاج اور دریوزہ گر، آخر کیوں؟ اگر یہ ایک ہوں تو دنیا کی سب سے بڑی مسلمان حکومت بن جائے، جن کا مرکز اپنا ہو۔ ہائے افسوس! اپنی ہستی کو مسلمان بھول گے۔



فساد کا علاج

امر بالمعروف و نہی عن المنکر: میرے عزیز مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے خَيْرَ أُمَّةٍ (بہترین امت) قرار دے کر فرمایا:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۱۰)

”دنیا میں بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں (کی ہدایت و اصلاح) کے لیے میدان میں لایا گیا ہے‘ تم نیکی کا حکم دیتے ہو‘ بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

یعنی دنیا کی رہنمائی و امامت کے جس منصب سے بنی اسرائیل اپنی بے عملی اور نااہلی کی وجہ سے معزول کیے گئے اس مقام پر اب تم مامور کیے گئے ہو‘ تمہارے لیے لازم ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور ان غلطیوں سے بچو جو تمہارے پیش رو کرتے رہے ہیں۔

اس کے لیے لازم ہے:

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾ ﴾ (آل عمران۳/ ۱۰۴۔۱۰۵)

”تم میں سے ایک گروہ ایسا ضرور ہونا چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے‘ بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکتا رہے‘ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔ کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے اور کھلی کھلی واضح ہدایات آ جانے کے بعد اختلافات میں مبتلا ہو گئے (جنھوں نے یہ روش اختیار کی) وہی لوگ بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔“

اشارہ ان قوموں کی طرف ہے جن کو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے دین حق کی سیدھی تعلیمات ملیں، مگر کچھ مدت بعد انہوں نے دین کی اساس کو چھوڑ دیا، غیر ضروری فروعی و فقہی مسائل میں الجھ کر فرقے بنا لیے، پھر فضول باتوں میں ایسے پھنسے کہ انہیں اس کام کا ہوش ہی نہ رہا جو کام اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کیا تھا اور نہ عقیدہ و اخلاق کے ان بنیادی اصولوں سے کوئی دلچسپی رہی جن پر درحقیقت انسان کی فلاح و سعادت کا دارومدار ہے۔

ذرا سوچیے کہ کیا ہم ہی تو نہیں جو یہ سب کچھ کر رہے ہیں؟ کیا ہم نے بھی فرقے تو نہیں بنا لیے؟ کیا ہم ہی تو نہیں جو بھیڑوں کی طرح بغیر سوچے سمجھے اندھے کنویں میں گرنے کو تیار ہوں؟ کیا ہم ہی تو نہیں جو اصل کو چھوڑ کر فروعی مسائل میں الجھ گئے ہیں؟ ہمارا نقشہ شاعر نے خوب کھینچا ہے ؎

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
فتاووں پہ بالکل مدارِ عمل ہے ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے
کتاب اور سُنّت کا ہے نام باقی
خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

آیئے! ہم سب اپنی حد تک لوگوں کی اصلاح میں مصروف ہو جائیں۔ سب انسانوں کی اصلاح کو اپنا مطمع نظر بنائیں اور مسلمان کہلانے والوں پر اپنی پوری توجہ مرکوز کر لیں۔ فرقہ پرستی سے بالاتر ہو کر مسلمانوں کو اعمال صالحہ پر آمادہ کریں، قرآن و حدیث کو بنیاد بنائیں اور فروعی مسائل کو نظرانداز کریں۔

ذاتی نیکی نجات کے لیے کافی نہیں: اس آیت پر غور فرمائیں:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾﴾ (الأنفال ۸/ ۲۵)

"اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنھوں نے تم میں سے (گناہ کر کے اپنے آپ پر) ظلم کیا ہو گا اور جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔"

فتنوں سے مراد وہ اجتماعی برائیاں ہیں جو ہر بگڑے ہوئے معاشرے میں وبا کی طرح دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان برائیوں کی شامت صرف ان لوگوں تک محدود نہیں رہتی ہے جو یہ برائیاں کرتے ہیں' بلکہ وہ نیک لوگ بھی مارے جاتے ہیں جو ان برائیوں سے تو دور رہتے ہیں' مگر اس گناہ گار سوسائٹی میں رہنا گوارا کرتے رہتے ہیں اور اصلاح کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب تک گندگی انفرادی طور پر چند مقامات پر محدود رہتی ہے تو اس کا اثر ان لوگوں تک محدود رہتا ہے جو اپنے گھر' محلے اور جسم کو گندہ رکھتے ہیں' مگر جب گندگی عام ہو جائے اور کوئی گروہ ایسا نہ ہو جو صفائی کی کوشش کرے' تو پھر ہر چیز بلکہ ہوا اور پانی بھی مسموم و متعفن ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسی وبا اٹھتی ہے جو گندگی پھیلانے والوں' گندہ رہنے والوں اور اس گندے ماحول میں زندگی بسر کرنے والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

یہی حال اخلاقی نجاستوں کا ہے' اگر وہ برائیاں انفرادی طور پر چند افراد میں موجود ہوں' جو صالح سوسائٹی کے رعب سے دبے رہیں' تو ان کے نقصانات بھی محدود رہتے ہیں' لیکن جب سوسائٹی کا اجتماعی ضمیر کمزور ہو جائے' اخلاقی برائیوں کو دبا رکھنے کی طاقت اس میں نہ رہے تو پھر بے حیا اور بداخلاق لوگ اپنے نفس کی گندگیوں کو علانیہ اچھالنے لگتے ہیں اور برائیاں پھیلنے لگتی ہیں۔ اگر اچھے لوگ بے عملی اختیار کر کے اپنی ذاتی اچھائی پر قانع ہو جائیں تو مجموعی طور پر پوری سوسائٹی اس فتنے کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔ مثال مشہور ہے کہ چنے کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب ہی یہ ہے کہ اصلاح کے لیے کوشش کرتے رہو' اسی میں زندگی ہے۔ اگر برائیوں کو برداشت کرتے رہو گے تو جو فتنہ برپا ہو گا اس سے تمہاری ذاتی نیکی تم کو نہ بچا سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اصحاب سبت کی مثال سے واضح کیا ہے۔

اصحاب سبت کی مثال: "سبت" ہفتہ کے دن کو کہا جاتا ہے۔ یہ دن بنی اسرائیل کے لیے مقدس قرار دیا گیا تھا' اللہ تعالیٰ نے تاکید کی تھی کہ اس دن مچھلی کا شکار نہ کیا جائے لیکن بنی اسرائیل نے ایک حیلہ اختیار کر کے حکم الٰہی سے تجاوز کیا۔ ہفتے والے دن (بطور امتحان)

مچھلیاں زیادہ آتیں' وہ گڑھے کھود لیتے تاکہ مچھلیاں ان میں پھنسی رہیں اور پھر اتوار والے دن ان کو پکڑ لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یوں کیا ہے:

﴿ وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ ٱلْقَرْيَةِ ٱلَّتِى كَانَتْ حَاضِرَةَ ٱلْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِى ٱلسَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا۟ يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ ﴾

(الأعراف ۷/ ۱۶۳)

"اور ان سے ذرا اس بستی کا حال بھی پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی' جب وہاں کے لوگ ہفتے کے دن احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتے تھے' اور یہ کہ ہفتے ہی کے دن مچھلیاں ابھرا ابھر کر (سطح سمندر پر) ان کے سامنے آتی تھیں اور ہفتے کے سوا باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں' یہ اس لیے ہوتا تھا کہ ہم ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کو آزمائش میں ڈال رہے تھے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کے لیے جو طریقے اختیار کرتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی شخص یا گروہ کے اندر نافرمانی کی طرف میلان بڑھنے لگتا ہے تو اس کے سامنے نافرمانی کے مواقع کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے تاکہ اس کے چھپے ہوئے میلانات کھل کر سامنے آ جائیں جن جرائم سے وہ اپنے دامن کو خود داغدار کرنا چاہتا ہے ان سے وہ صرف اس لیے نہ رکا رہے کہ اس کو ان کے ارتکاب کے مواقع نہیں ملے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہفتے کے دن مچھلیاں ابھر کر سطح پر آتیں تاکہ وہ جی بھر کر ان کو پکڑیں' باقی دنوں میں نہیں آتی تھیں' اس طرح اس قوم کا رجحان نافرمانی کی طرف بڑھتا گیا۔

اس بستی کے لوگوں کے تین گروہ: ہفتے کے دن کی بے حرمتی بڑے پیمانے پر ہوتی رہی' ان باشندوں کے تین گروہ ہو گئے۔

1. ایک ایسے لوگ تھے جو کھلم کھلا ہفتے کے دن کی بے حرمتی کرتے۔ یروشلم کے پھاٹکوں سے ہفتے کے دن مال اسباب لے کر گزرتے اور مچھلیاں پکڑتے تھے۔
2. دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو خود تو خلاف ورزی نہیں کرتے تھے' مگر اس گناہ کو

خاموشی کے ساتھ دیکھتے اور یہی سمجھتے رہے کہ جو گناہ کرے گا وہ خود ذمہ دار ہو گا ہم کیوں سر کھپائیں۔

3 تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جن کی غیرتِ ایمانی حدود اللہ کی بے حرمتی کو برداشت نہیں کر سکتی تھی' وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سرگرم تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید وہ مجرم لوگ ان کے سمجھانے سے راہ راست پر آ جائیں' اگر وہ باز نہ بھی آئیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی براءت کا ثبوت پیش کریں گے' اللہ تعالیٰ نے ان کی کشمکش کا حال یوں بیان فرمایا' غور کریں اور ان کی طرح آپ بھی مصروف ہو جائیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ ﴾ (الأعراف/٧ ١٦٤)

"اور جب ان میں سے ایک گروہ نے دوسرے گروہ سے کہا تھا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ ہم یہ سب کچھ تمہارے رب کے حضور اپنی معذرت پیش کرنے کے لیے کرتے ہیں اور اس امید پر کرتے ہیں کہ شاید یہ لوگ اس نافرمانی سے پرہیز کرنے لگیں۔"

یہ (بظاہر) مصلحت پرست لوگ تھے جو غیرت ایمانی رکھنے والوں کو نصیحت کرنے سے روکتے تھے' اللہ تعالیٰ نے اس باغی و نافرمان قوم اور مصلحت پرست لوگوں کا حال بیان فرمایا:

﴿ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿١٦٦﴾ ﴾ (الأعراف/٧ ١٦٥-١٦٦)

"پھر جب وہ ان ہدایات کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھے جو انہیں یاد کرائی گئی تھیں تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے باقی سب لوگوں کو جو ظلم کرتے تھے ان کی نافرمانیوں کے باعث سخت عذاب میں پکڑ لیا جب وہ اس کام میں حد سے

بڑھ گئے جس سے انہیں روکا گیا تھا' تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر ہو جاؤ۔"

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جب عذاب آیا تو صرف تیسرے گروہ کو اس سے بچا لیا گیا' یہی وہ گروہ تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنی معذرت پیش کرنے کی فکر کی تھی' باقی دونوں گروہوں کا شمار ظالموں میں ہوا۔

جس بستی میں علانیہ احکام الٰہی کی خلاف ورزی ہوتی ہو تو وہاں کے سارے لوگ ہی قابل مؤاخذہ ہوتے ہیں۔ کوئی انسان اس بنا پر نہیں بچ سکتا کہ اس نے جرم نہیں کیا' صرف وہی بچ سکتا ہے جس نے اپنی حد تک اصلاح اور درستی کی کوشش کی ہو۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا فرض ہے کہ اگر کوئی کام خلاف حق ہوتا دیکھے تو اسے طاقت سے روکے' اگر طاقت میسر نہ ہو تو زبان سے روکے' اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اپنے دل سے اسے برا سمجھے' اور اس کیفیت کو ایمان کی کمزور ترین حالت کہا گیا ہے۔ (صحیح مسلم' الایمان' باب بیان کون النھی عن المنکر ...... الخ' حدیث: ۴۹)

درج ذیل اقدامات اس فساد کا علاج ہیں جس نے بحر و بر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔

① نیکی اختیار کرو۔ ② شرک و بدعت سے بچو۔ ③ توبہ کرو۔ ④ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہو' اور یہ کبھی نہ سوچو کہ آپ کے کہنے پر کوئی نہیں چلتا۔

نیکیوں کا خلاصہ: کبھی نہ بھولیں کہ اس زندگی میں اور آخرت میں بھی انسانوں کی قسمتوں کے فیصلے کلیتاً اس کتاب کی بنیاد پر ہیں جو ہمارے لیے نازل کی گئی ہے یعنی قرآن مجید۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور فرمائیں:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ

تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ ٱللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّتِى نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَٰثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَٰنَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِىَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ ۚ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ ٱللَّهُ بِهِۦ ۚ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٩٢﴾

(النحل ١٦/ ٨٩-٩٢)

"ہم نے یہ کتاب تم پر نازل کردی ہے جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے والی ہے' ہدایت' رحمت اور بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ اللہ عدل اور احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی و بدی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے' وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو۔ اللہ کے عہد کو پورا کرو جبکہ تم نے اس سے کوئی عہد باندھا ہو' اور اپنی قسمیں پختہ کرنے کے بعد توڑ نہ ڈالو جبکہ تم اللہ کو اپنا ضامن بنا چکے ہو' اللہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے تمہاری حالت اس عورت کی سی نہ ہو جائے جس نے محنت سے سوت کاتا اور پھر آپ ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا' تم اپنی قسموں کو آپس کے معاملات میں مکروفریب کا ہتھیار بناتے ہو تاکہ ایک قوم دوسری قوم سے بڑھ کر فائدے حاصل کرے' حالانکہ اللہ تمہیں اس عہد و پیمان کے ذریعے آزمائش میں ڈالتا ہے' اور ضرور وہ قیامت کے روز تمہارے تمام اختلافات کی حقیقت تم پر کھول دے گا۔"

ان آیات میں تین کاموں کا حکم دیا گیا ہے اور تین کاموں سے منع کیا گیا ہے۔ عدل' احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ عدل سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے اخلاقی' معاشرتی' معاشی' قانونی اور سیاسی و تمدنی حقوق پوری دیانتداری سے ادا کیے جائیں۔

دوسرا کام احسان ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپس میں معاملہ کرتے ہوئے فیاضی' ہمدردی' خوش خلقی' درگزر' باہمی مراعات اور ایک دوسرے کے پاس و لحاظ کو مدنظر رکھا جائے۔ یہ کام عدل سے زیادہ اہم ہے' عدل معاشرے کو ناگواریوں سے بچاتا ہے' مگر احسان

معاشرے میں خوشگواریاں پیدا کرتا ہے۔

تیسرا کام صلہ رحمی ہے اس کے ذریعے محبت' شکر گزاری اور اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

اس کے بعد تین کاموں سے روکا گیا ہے۔ فحش' منکر اور بغی۔ فحش سے مراد زنا' عریانی' شراب نوشی' گالی' بدکلامی' جھوٹا پراپیگنڈہ' تہمت تراشی' پوشیدہ جرائم کی تشہیر' بدکاریوں پر ابھارنے والے ڈرامے' گانے' فلمیں' تصاویر' عورتوں کا بن سنور کر منظر عام پر آنا اور سٹیج پر ناچنا اور گانا وغیرہ قسم کے کام ہیں۔

دوسری چیز "منکر" ہے۔ اس سے مراد ہر وہ برائی ہے جسے انسان ہمیشہ برا کہتے آئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام شریعتوں میں اسے برا کہا گیا ہے مثلاً بزرگوں کی گستاخی' راہ زنی' جھوٹے وعدے یا وعدہ خلافی وغیرہ۔

تیسری چیز جس سے روکا گیا ہے وہ ہے "بغی" یعنی اپنی حد سے آگے بڑھنا' دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنا۔ وہ حقوق خالق کے ہوں یا مخلوق کے' کسی میں بھی زیادتی جائز نہیں۔

علاوہ ازیں عہد و پیمان کی پاسداری پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اگر معاشرے میں ان آیات پر عمل کرالیا جائے تو سکون مل سکتا ہے۔

ایک بات بالخصوص بتائی گئی ہے کہ دنیا میں تمہارے درمیان کشمکش جو برپا ہے اس کا فیصلہ قیامت کے دن ہی ہو گا۔ لیکن یہ بات ذہن میں ہر وقت رہنی چاہیے کہ تمہارا حریف خواہ کتنا ہی گمراہ اور باطل پرست ہو تمہارے لیے مناسب نہیں کہ تم اس کے ساتھ بدعہدی' جھوٹ و افترا اور مکروفریب کا ہتھیار استعمال کرو۔

برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر: علامہ اقبال رحمہ اللہ سوال کرتے ہیں:

امتیں اور بھی ہیں ان میں گنہگار بھی ہیں　　عجز والے بھی ہیں مست مئے پندار بھی ہیں

ان میں کاہل بھی ہیں' غافل بھی ہیں' ہشیار بھی ہیں　　سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بے زار بھی ہیں

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر

برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

قارئین کرام! معذرت خواہ ہوں ہو سکتا ہے کہ میری بات آپ کی نظر میں غلط ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم اتنے مغلوب و مقہور اس لیے ہیں کہ ہم:

"مسلمان بھی ہیں اور نافرمان بھی"

ان میں سے ایک ہو جائیں' مسلمان یا نافرمان' تا کہ ہماری زندگی کا لائحہ عمل متعین ہو جائے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور فرمائیں:

﴿ فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ ﴾ (مریم۱۹/ ۵۹)

"پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی' پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔"

نماز سے غفلت اور بے پروائی کرتے کرتے نماز چھوڑ ہی دی۔ یاد رکھئے! ہر قوم کے زوال و انحطاط کا یہ پہلا قدم ہے۔ نماز وہ بنیادی عمل ہے جس کا اسلام قبول کرنے کے بعد پہلا درجہ ہے۔ نماز مومن کا تعلق اللہ سے جوڑے رکھتی ہے' یہ تعلق ٹوٹتے ہی آدمی اللہ تعالیٰ سے دور پھر دور تر ہوتا جاتا ہے' حتیٰ کہ اس کا خیالی تعلق بھی اللہ کے ساتھ نہیں رہتا' تمام امتوں کا بگاڑ نماز ضائع کرنے ہی سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ دل جب اللہ کی یاد سے غافل رہنے لگے تو خواہشات نفس کی طرف جھکاؤ بڑھ جاتا ہے۔ نماز پر تو بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں' مگر میں اپنا ذاتی مشاہدہ یہاں لکھتا ہوں' ہو سکتا ہے کہ میرے مشاہدے میں غلطی ہو۔

ہندو اور نماز کا احترام: مجھے یاد ہے کہ لاہور چھاؤنی میں ہم جب نماز مغرب کے بعد مسجد سے نکلا کرتے تو راستے میں دونوں طرف ہندو عورتیں بچوں کو اٹھائے کھڑی ہوتی تھیں' ہر نمازی کے سامنے بچوں کو کرتیں نمازی بچوں پر پھونک لگا کر جاتے' ان کا عقیدہ تھا کہ اس طرح بچوں کو شفا ہوتی ہے۔

نماز میں مصروف نمازیوں پر حملہ نہیں ہوا: ہندوستان اور کشمیر سے مہاجر سیلاب

بیکراں کی طرح آ رہے تھے، لٹے کٹے اور زخمی بھی تھے۔ میں نے بہت پوچھا، مگر کسی نے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں بتایا کہ نماز میں مصروف نمازیوں پر حملہ ہوا ہو۔

بندروں نے نماز کا احترام کیا: یہ ایک انوکھا تجربہ ہے، مگر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کیونکہ یہ تجربہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کرایا۔ جنگ عظیم دوم زوروں پر تھی۔ 1944ء کا آخر یا 1945ء کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میں 17 آرٹیزن ورکس کمپنی انڈین انجینئرز میں تھا جو برما کے گھنے جنگلات میں ایک وادی میں مقیم تھی۔ اس وادی کا نام "کباؤ" بتایا جاتا تھا۔ ہم نے اس علاقے میں کوئی انسانی بستی یا کوئی سویلین انسان کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ایک ندی نہایت صاف شفاف چشموں کا پانی لیے ہوئے ہمارے یونٹ کیمپ کے تین اطراف سے بل کھاتی ہوئی بہتی تھی۔ منظر بڑا پر بہار اور دلفریب تھا۔ بقول علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

صف باندھے دونوں جانب بوٹے ہرے ہرے ہوں ندی کا صاف پانی تصویر لے رہا ہو
ہو دل فریب ایسا کہسار کا نظارہ پانی بھی موج بن کر، اٹھ اٹھ کے دیکھتا ہو
آغوش میں زمیں کی سویا ہوا ہو سبزہ پھر پھر کے جھاڑیوں میں پانی چمک رہا ہو
پانی کو چھو رہی ہو جھک جھک کے گل کی ٹہنی جیسے حسین کوئی آئینہ دیکھتا ہو

ایک ہندو میرا ہم کار اور میرا دوست بھی تھا، وہ شراب نہیں پیتا تھا۔ سگریٹ نہیں سلگاتا تھا، ویشنو تھا، جب نماز کا وقت ہو جاتا تو مجھے نماز یاد دلاتا، مجھ سے تجربے اور عمر میں بہت سینئر تھا۔ دفتر سے فارغ ہو کر ہم ندی کے کنارے ہری ہری گھاس پر چلے جاتے۔ میں وضو کرتا، ظہر کی نماز ادا کرتا اور وہ ناول پڑھتا رہتا، ندی کے پار گھنا جنگل تھا جس کا حدود اربعہ، اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، ہم نے کبھی اس جنگل میں قدم نہیں رکھا تھا، جنگ کا زمانہ تھا، دشمن کے علاوہ درندے بھی ہو سکتے تھے۔

ایک دن نماز ظہر کے بعد میں نے مشورہ دیا کہ ندی سے پار جنگل دیکھا جائے، شاید کوئی انسان ملیں تو ان کی بودوباش، شکل و صورت، بول چال اور مشاغل دیکھیں۔ وہ مان گیا مگر ہم نے یہ خیال ہی نہ کیا کہ اپنی گنیں ساتھ لے لیتے، ایک بہت بڑے درخت کا تنا ندی پر پڑا تھا، اس کا سہارا لے کر ہم پار چلے گئے اور جنگل میں چلنے لگے۔

کچھ دور تک چلتے رہے کہ اچانک ہم حیران ہو گئے کہ جنگل میں ایک کچی سڑک گزر رہی تھی۔ اس پر بیل گاڑی' بیل اور انسان کے پاؤں کے نشان تھے جو جانے والے کی سمت کا پتہ دے رہے تھے۔ شمال مغرب کی طرف ہم ان نشانات پر چل پڑے امید یہ تھی کہ شاید قریب ہی کوئی انسانی بستی مل جائے گی۔ بہت چلنے کے بعد بچن داس نے پلٹ کر دیکھا اور حیران ہو کر کہا: "اوئے بھلیا! وہ دیکھ ہمارے خیمے" ہمارے خیمے بہت نیچے دکھائی دے رہے تھے گویا ہم بلندی پر بغیر محسوس کئے ہوئے پہنچ چکے تھے۔ چلتے چلتے تھک گئے' مگر بستی ملی نہ کوئی انسان' البتہ وہ نشان آگے ہی بڑھتے گئے۔ سورج بھی نیچے جانے لگا' ہم واپسی کے لیے مڑے۔

اسی سڑک پر کچھ چلے تھے کہ بچن داس نے میرا بازو پکڑ کر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا: "اوئے بھلیا! مروا دیا وہ دیکھ" میں نے سامنے دیکھا تو بے حد و حساب چھوٹے بڑے بندر سڑک پر آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہے تھے۔ سب کی نظریں ہم پر تھیں' بچن داس پر گھبراہٹ غالب آنے لگی' میں نے اسے ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا' وہ گھٹنوں پر سر رکھ کر بیٹھا رہا۔ میں باوضو تھا' اور بے خوف و خطر عصر کی نماز ادا کرنے میں مصروف ہو گیا۔

بندروں کی آوازیں آہستہ آہستہ دور دور جانے لگیں' نماز ختم کی تو بندر جنگل میں غائب ہو چکے تھے۔ ہم جلدی جلدی چلتے ہوئے مغرب سے پہلے یونٹ میں پہنچ گئے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ میں اس وقت قرآن کریم بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ کوئی وظیفہ نہیں جانتا تھا' صرف نماز ادا کرتا تھا' وہ بھی بے سمجھے۔ یہ تو اللہ جانتا ہے یا بندر کہ انہوں نے ہم پر حملہ کیوں نہ کیا۔ اگر ایک چھوٹا سا بندر بھی ہم پر حملہ کر دیتا تو آسانی سے ہمیں ہلاک کر دیتا اور بندر تو تھے ہی بے شمار اور بڑے بڑے۔ میرا آج تک یقین ہے کہ بندروں نے اللہ کے حکم سے نماز کا احترام کیا۔

ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی اور نماز ادا کرتی ہے: اس آیت پر غور فرمائیں:

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يُسَبِّحُ لَهُۥ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَٱلطَّيْرُ صَٰٓفَّٰتٍ ۖ كُلٌّ قَدْ

عَلِمَ صَلَاتَهُۥ وَتَسْبِيحَهُۥ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿٤١﴾ (النور٢٤/ ٤١)

"کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اڑ رہے ہیں؟ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے اور یہ سب جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔"

مزید ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَإِن مِّن شَىْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِۦ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ إِنَّهُۥ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤٤﴾ (بني إسرائيل١٧/ ٤٤)

"کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی بردبار اور درگزر کرنے والا ہے۔"

یہ ہے اللہ کی اعلیٰ ذات جس کی جناب میں ہم مسلمان گستاخیاں، نافرمانیاں، بہتان تراشیاں اور ناشکریاں کرتے ہیں، لیکن وہ ہماری گستاخیوں پر سزا دیتا ہے نہ رزق بند کرتا ہے۔ اس کی شانِ غفاری ہے اور اس کی چشم پوشی کا کرشمہ ہے کہ وہ ایک ایک بندے کو اور قوموں کو سنبھلنے، سوچنے اور سمجھنے کا موقع دے رہا ہے۔ جو بھی توبہ کر کے راہ راست پر آجائے اسے معاف کر دیتا ہے۔

کل کی فکر کرو: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ (الحشر٥٩/ ١٨)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تمہارے ان سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

کل سے مراد آخرت ہے۔ دنیا میں کل کی فکر نہ کرنے والا نہایت نادان ہوتا ہے۔ اسی طرح آخرت کی فکر نہ کرنے والا نادان اپنا نقصان خود کر رہا ہے۔

آخرت کا کچھ حال: ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَإِذَا جَآءَتِ ٱلصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾ يَوۡمَ يَفِرُّ ٱلۡمَرۡءُ مِنۡ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِۦ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَٰحِبَتِهِۦ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ ٱمۡرِيٕٖ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٖ شَأۡنٞ يُغۡنِيهِ ﴿٣٧﴾ ﴾ (عبس ۸۰/ ۳۳۔۳۷)

"پھر جب کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہو گی۔ اس دن آدمی اپنے بھائی' اپنی ماں' اپنے باپ' اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ اس دن ان میں سے ہر شخص پر ایسا وقت آئے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہو گا۔"

قرآنی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن سب ننگے پاؤں' ننگے بدن اور غیر مختون اٹھیں گے۔ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش ہو گا نہ فرصت' سب کو اپنی فکر ہو گی۔ (سورة الكهف ۴۸/۱۸' صحيح بخاری' أحاديث الانبياء' باب قول الله تعالٰى : و اتخذ الله ابراهيم...... الخ' حديث: ۳۳۴۹)

ماں دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا: غور فرمائیں:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمۡۚ إِنَّ زَلۡزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَيۡءٌ عَظِيمٞ ﴿١﴾ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّآ أَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَٰرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٞ ﴿٢﴾ ﴾ (الحج ۲۲/ ۱۔۲)

"لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ' حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے تو حال یہ ہو گا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی' ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہو گا۔"

یہ حال ہے قیامت کا جس کو مسلمان بھول کر بے پروا ہو گئے ہیں۔ اس کی ہولناکی کا عالم یہ ہو گا کہ حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ وہ ماں جو اپنے بچے کو چھاتی سے لگا کر دودھ پلا رہی ہو گی' جبکہ وہ وقت انتہائی محبت کا ہوتا ہے تو وہ بھی اسے چھوڑ کر ایسے بھاگے گی کہ اس کو ہوش ہی نہ ہو گا کہ اس کے لاڈلے پر کیا بیت رہی ہے۔

اس روز کیسے بچو گے؟: غور فرمائیں:

﴿ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ ٱلْوِلْدَٰنَ شِيبًا ﴿١٧﴾ ٱلسَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِۦ ۚ كَانَ وَعْدُهُۥ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ ﴾ (المزمل۷۳/ ۱۷۔۱۸)

"اگر تم نہ مانو گے تو اس روز کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ اور جس کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہو گا؟ یہ اس کا وعدہ (پورا) ہو کر رہے گا۔"

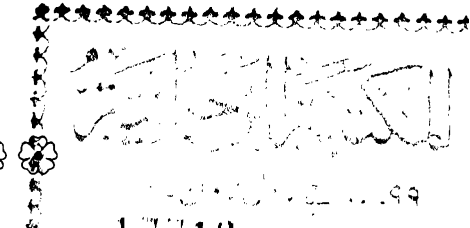
یا رب! ع

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا
ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا
ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے
کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

مشکلیں امتِ مرحوم کی آساں کر دے مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے
جنس نایاب محبت کو پھر ارزاں کر دے ہند کے دَیر نشینوں کو مسلماں کر دے
جوئے خوں می چکد از حسرت دیرینۂ ما
می تپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینۂ ما (اقبال رحمہ اللہ)

قارئین کرام! میری غلطیوں کو نظرانداز کر کے دعا فرمائیں۔

دعاؤں کا طالب
بشیر احمد لودھی
فتح گڑھ، سیالکوٹ۔ 17 اپریل 2002ء



''شکر'' صفات حسنہ میں بہت اہمیت کا
حامل ہے اور ''توبہ'' مغفرت کے وسائل میں ایک مؤثر
ذریعہ ہے۔ شکر اور توبہ کی یہ دونوں کیفیات کسی بندۂ مومن کو میسر
آجائیں تو یہ ایک خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہے۔ ہمیں اور بہت سی
تعلیمات کی طرح ان دو بنیادی اوامر کی طرف کتاب وسنت میں جا بجا توجہ
دلائی گئی ہے۔ محترم بشیر احمد لودھی...... ایک نو وارد مصنف ہیں، مگر ان کے قلم میں
وہی پختگی ہے، جس کا تقاضا کتاب وسنت میں موجود ہے۔ انہوں نے اس مختصر مگر
جامع کتاب کے ہر باب میں صرف اور صرف کتاب وسنت ہی کے چشمہ صافی سے
رجوع کیا ہے، جس کے باعث ان کی یہ کتاب ایک طالب ہدایت کے لیے نسخہ
شفا ہے۔ دارالسلام کے شعبہ تحقیق نے اس کتاب کے حوالوں کی تخریج کر
کے اسے چار چاند لگا دیے ہیں۔ اب یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک
سادہ اسلوب اور پختہ فکر کی نمائندگی کرتی ہے۔ عامۃ المسلمین
اس کے مطالعے کو اپنے لیے ان شاء اللہ نافع اور مفید
محسوس کریں گے۔




ISBN: 9960-897-92-3
9 789960 897929



دارالسلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • خبر • شارجہ
لاہور • لندن • ہیوسٹن • نیویارک